

दि. 16-11-10

तालाव में पानी है।

क रेखा

ابتدائی تحریر



کرینا، مہراپرو جیکٹ یوجنا و دیالہ

ابتدائی تحریر

ان لاکھوں بچوں میں سے، جو ہر سال پہلی جماعت میں داخلہ لیتے ہیں زیادہ تر ایسے گھروں اور پس منظر سے آتے ہیں جہاں پڑھنے لکھنے سے متعلق ان کے تجربات مکمل نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں اساتذہ کے لیے یہ نہایت ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ دو باتوں کا خاص خیال رکھیں۔ بچوں کے اسکول میں آنے سے قبل کے تجربات کے معنی کو سمجھنا اور ان تجربات کو جماعت یا اسکول کے کاموں کی بنیاد بنانا۔ بچوں کے لیے روزمرہ کے تجربات ہی بیش قیمت معلومات کا ذریعہ ہیں جنہیں جماعت میں بڑے ہی مثبت طریقے سے آگے بڑھانا چاہیے۔ یہ فہم پیدا کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ اسکول میں آنے سے قبل کے تجربات کا جو بے پناہ ذخیرہ بچوں کے پاس ہے، اُسے وہ جماعت میں مناسب مقام دے سکیں، انہیں سیکھنے سکھانے کے عمل میں لاسکیں۔ کیا ہم ایسا کرتے ہیں؟

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پڑھنا لکھنا بنیادی طور پر اسکول میں ہی شروع ہوتا ہے لیکن حقیقتاً ایسا ہے نہیں۔ ہمارے گھروں میں اور ہمارے آس پاس بھی پرنٹ مواد یعنی تحریری مواد موجود ہے۔ بس ضرورت صرف توجہ دینے کی ہے۔ گھر کے باہر لکھا نمبر، گھر کی دیواروں پر بنی عوامی تصویریں، کلینڈر اور اسٹوپر لکھا کمپنی کا نام، برتنوں پر نقش کیا گیا گھر کے کسی فرد کا نام، بازو پر نام کے ٹیٹو کا نشان، اخبار کا صفحہ، سامان خریدنے پر ملی پرچی، منجن کا ڈبہ وغیرہ یہ سب کے سب پرنٹ مواد ہیں جو تقریباً ہر ایک بچے کے آس پاس موجود ہوتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ اس پرنٹ مواد یعنی لکھے ہوئے مواد پر کتنی توجہ دی جا رہی ہے؟ یہاں خاص نکتہ یہ ہے کہ بچوں میں یہ سمجھ پیدا ہو جاتی ہے کہ لکھا ہوا پرنٹ مواد با معنی ہے کیونکہ زیادہ تر پرنٹ مواد اس چیز کا نام ہوتا ہے یا اُس چیز کے بارے میں ہوتا ہے جس چیز پر وہ پرنٹ موجود ہوتا ہے۔ اس طرح لکھنے پڑھنے کے بارے میں کئی غلط طرح کے تصورات بچے میں اسکول آنے سے قبل ہی قائم ہو جاتے ہیں۔

راہل روز اپنے چار سال کے بھائی رمن کو اسکول میں ساتھ لاتا ہے۔ رمن روز جماعت میں آکر

ایک کونے میں بیٹھ جاتا اور جماعت میں ہورہے کام کو دیکھتا رہتا۔ ایک دن وہ اٹھ کر استانی کے پاس گیا اور بولا۔ ”آپ مجھے میرا نام لکھنا سکھائیں گی؟“

استانی نے اس سے پوچھا کہ وہ نام لکھنا کیوں سیکھنا چاہتا ہے؟
 ”اگر میں اپنا نام لکھنا سیکھ جاؤں گا تو کہانی کی کتابیں پڑھ سکوں گا۔“ جماعت میں ایک طرف کونے میں ٹنگی ہوئی کتابوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بھولے پن سے جواب دیا۔

رمن کو لگتا تھا کہ اپنا نام لکھنا سیکھ جائے گا تو وہ کتابیں پڑھ سکے گا۔ اس کی اس منطق کی ایک بنیاد ہے۔ جماعت میں وہ یہ دیکھتا تھا کہ سبھی بچے کتابیں پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ لکھتے تھے۔ رمن کی یہ منطق اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں ایک تعلق ہوتا ہے۔ اب ظاہری بات ہے کہ رمن کے ہاتھ میں پینسل دے دی جائے تو وہ کاغذ پر کچھ نہ کچھ بنائے گا ضرور، کیونکہ اس کی منطق ہمیں بتاتی ہے کہ وہ لکھنے کی معنویت کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ بولی گئی بات کو لکھا جاسکتا ہے۔ اور کبھی گئی بات کو پڑھا جاسکتا ہے۔ اب جب رمن پینسل لے کر کاغذ پر کچھ لکھے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ ایسا ہو۔



سحر

تصویر 2



مایا

تصویر 1

کیا ہم اسے لکھنا مانیں گے؟

اگر ہم کاغذ پر بنے ان نشانوں کو کسی بالغ انسان کی نظر سے دیکھیں تو شاید اسے لکھنا کبھی نہیں کہہ سکیں گے۔ یہ ایک بالغ کی تحریر جیسا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم اس میں کوئی معنی نہیں دیکھ پاتے لیکن

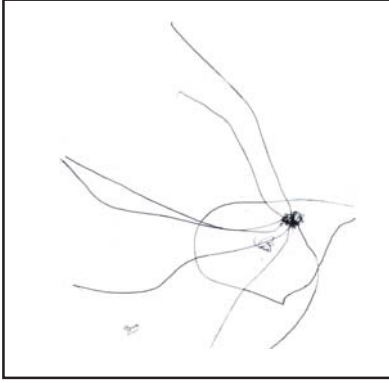
اگر ہم ایک بچے کی نظر سے دیکھیں تو ان آڑی ترچھی لکیروں میں ہمیں ایک مفہوم چھپا ملے گا۔ اُن ابتدائی مہینوں میں جب بچوں کا پینسل یا رنگ اور کاغذ کے ساتھ رشتہ بنانا ہوتا ہے، بچے ایسی آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعے ہی اپنے دل کے خیالات اور تخیلات کو کاغذ پر اتارتے ہیں۔ ان نقطوں، دائروں اور لکیروں میں بچے سورج سے گھاس تک اور اپنے نام سے لے کر کہانی تک سبھی کچھ لکھ دیتے ہیں۔

جس طرح بچے ایک فطری عمل کے تحت زمین پر گھٹنوں کے بل چلتے ہیں، سہارا لے کر کھڑے ہوتے ہیں، پھر چلنا سیکھتے ہیں، اسی طرح پڑھنے لکھنے کے عمل کے تحت بھی کچھ ایسے ہی پڑاؤ آتے ہیں جو فطری ہیں۔ جب بچہ پہلا لفظ بولتا ہے تو گھر میں خوشی کی لہریں دوڑ جاتی ہے۔ سبھی اُس بچے کو گھیرے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ کب ایک اور لفظ بولے گا۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اسی بچے کو تب کیوں نہیں امید بھری نظروں اور جوش و خروش سے دیکھتے جب وہ پہلی بار پینسل پکڑ کر ایک لکیر کھینچتا ہے۔ ایک بچے کے لیے کسی لکھی ہوئی علامت کو معنی دینا یا زمین، دیوار یا کاغذ پر پہلی لکیر کھینچنا ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایک قدم ہے جو بچے نے اٹھالیا ہے، ایک پڑاؤ پار کرنے کی طرف۔

سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا ایسی صلاحیتیں ہیں جن میں بچے دھیرے دھیرے ترقی کرتے ہیں۔ بچے سے یہ توقع کرنا کہ وہ کتاب کھول کر سیدھے ہی فرائے سے پڑھ لے اور صوتی اشاروں کو جوڑ کر لفظ اور جملہ لکھ سکے، ہماری اُس سوچ کی علامت ہے جہاں ہم بچے کو ایک مشین سمجھ لیتے ہیں اور پڑھنے لکھنے کے عمل کو ایک مشینی صلاحیت، جب کہ پڑھنے لکھنے کو بچوں کے تجربات سے جوڑے رکھنا چاہیے اور تخیلات/خیالات کو ظاہر کرنے کا وسیلہ بنائے رکھنا چاہیے جو کہ شروعات میں انھیں آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعے سے ہی ظاہر ہوتے ہیں (تصویر 3، 4، 5 اور 6)۔

انوں نے حال ہی میں پینسل پکڑنی شروع کی ہے۔ وہ پینسل کو اپنی چاروں انگلیوں کے بیچ میں زور سے دبالتی ہے اور جس طرح چاہتی ہے، ویسے ہی اسے گھمادیتی ہے۔

کاشوی 2½ سال کی ہے اور اسے مٹی سے لکھنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ کبھی تو مٹی گیلی کر کے گولے بنانا شروع کر دیتی ہے تو کبھی لکڑی سے لکیریں بنا دیتی ہے۔



دشو کی بس

تصویر 4



نازیہ کا سیب

تصویر 3



سحر کا پیڑ

تصویر 6



سحر کا سیب

تصویر 5

دشو کو اس کے بڑے بھائی نے دائرہ بنانا سکھایا ہے۔ آج کل دشو ہر چیز کو گول بناتا ہے، چاہے وہ ٹیلی فون ہو یا پلنگ۔

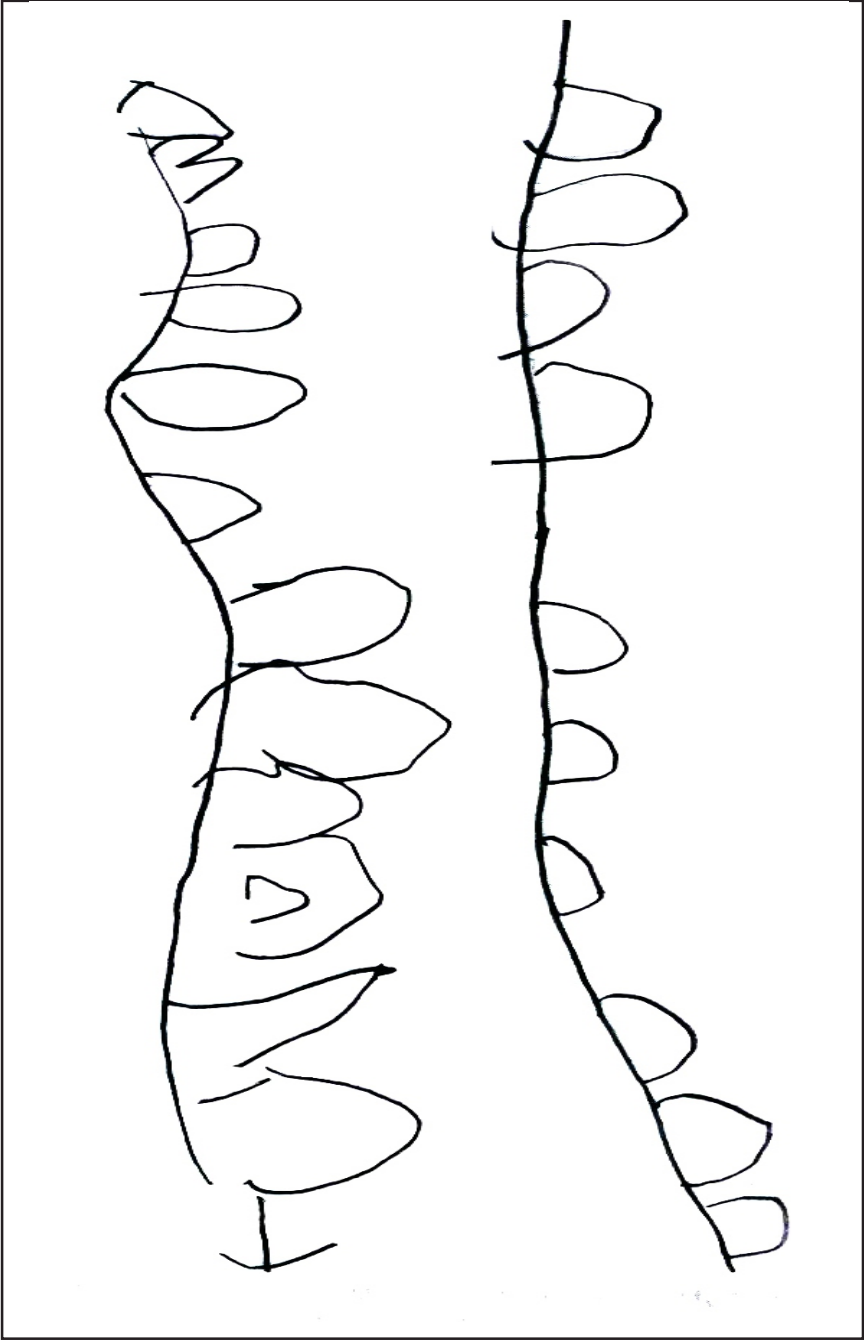
ہم میں سے زیادہ تر لوگ بچوں کے اس طرح کے کام کو بے معنی یا انہیں بچوں کے من گھڑت کھیل سمجھ کر کوئی اہمیت نہیں دیتے لیکن بچوں کی یہ چھوٹی بڑی، لمبی، آڑی، گول، ترچھی ہی ان کے دل کی باتیں ہیں۔ بچوں کی یہ لکیریں ہم سے بہت کچھ کہتی ہیں، اسی طرح جس طرح ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے لفظ اور جملے۔ بس فرق اتنا ہے کہ کتاب کی تحریر ہم پڑھ لیتے ہیں لیکن ان لکیروں کو ہم سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔

ارجن نے یہ تصویر بنائی ہے (تصویر 7) جس میں اس نے بادل اور بارش بنائی ہے۔ یہاں ارجن کے ذہن میں بادل کا منظر واضح ہے اور جب ارجن نے یہ تصویر دکھائی تو اس کی توقع یہی تھی کہ اسے دیکھ کر دوسرے بھی بادل اور بارش ہی مانیں۔ جس طرح تصویر میں اسے بادل اور بارش کی شبیہ دکھائی دے رہی ہے اس کے نزدیک یہ غلط بھی نہیں ہے۔ یہاں سوال یہ نہیں کہ بچے تصویروں میں کیا بنا رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہم بچوں کی تصویروں یا ان کے تحریری مواد کو کس طرح دیکھ رہے ہیں؟

اپنی بات کو آڑی ترچھی لکیروں میں پیش کرنے پر ہر ایک بچے کو جو لطف حاصل ہوتا ہے، وہ بلیک بورڈ پر لکھے ہوئے استاد کے کام کی نقل کرنے سے زیادہ اطمینان بخش ہوتا ہے۔ ہم نے بھی کبھی نہ کبھی اپنے دل کی بات لکھ کر ظاہر کرنے میں اطمینان اور کامیابی کا احساس کیا ہوگا۔ تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ بچوں کو اس احساس سے کیوں محروم کیا جائے؟ بچوں کو بھی کلاس میں اظہار کے مواقع ملنے چاہیے۔ بچوں کا دل بھی بہت ساری باتیں کہنے، بتانے، انھیں دوسروں کے ساتھ بانٹنے کے لیے بے قرار ہوتا ہے۔ بس تلاش ہے ان موقعوں کی جب ان کی باتوں کو سراہا اور سمجھا جائے گا۔ ابتدائی دور میں بچوں کے لیے آڑی ترچھی لکیریں اظہار کا ایک ذریعہ ہوتی ہیں۔ ان لکیروں میں باتیں ہیں، معنی ہیں، جذبے اور روایتی تحریر کی طرف بڑھنے کی صلاحیت اور اعتماد ہے۔ بچوں کی آڑی ترچھی لکیریں پڑھنے لکھنے کے عمل کا ایک بے حد ضروری حصہ ہیں۔ اگر ہم ان آڑی ترچھی لکیروں کو نہیں سراہیں گے تو بچے پڑھنے لکھنے کی تکنیک میں ہی الجھ کر رہ جائیں گے۔ بچوں کی ان ابتدائی لکیروں کو جماعت میں بنا روک ٹوک تسلیم کرنا اور اس پر بات چیت کرنا اہم ہے، کیونکہ یہ لکیریں بچوں کی تحریر کے وہ ابتدائی اہم پڑاؤ ہیں جہاں بچہ پڑھنے لکھنے کو با معنی انداز سے دیکھ رہا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ دل کی بات کو لکھا جاسکتا ہے اور لکھی گئی بات کو پڑھا جاسکتا ہے۔

اب ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا ہوگا کہ آڑی ترچھی لکیروں سے بچے آگے کیسے بڑھیں گے؟

تحریر کے اس عمل میں بچوں کا آگے بڑھنا اس بات پر منحصر ہے کہ بچوں کو ایسا ماحول کتنا مل رہا ہے جو



ارجن کے بادل

تصویر 7

بامعنی پرنٹ سے پُر ہے۔ یہاں 'پرنٹ' سے مراد صرف دیواروں پر کہانیوں اور نظموں کے چارٹ بنا کر چپکا دینے سے نہیں ہے۔ پرنٹ کی معنویت تب ثابت ہوتی ہے جب اس پرنٹ (جیسے کہانی، نظم وغیرہ) کی کتابیں، چارٹ، جماعت میں پڑھنے لکھنے سے متعلق دیگر مواد) کا بچوں کی دلچسپی اور ضرورت کے مطابق بھرپور استعمال کیا جا رہا ہو۔

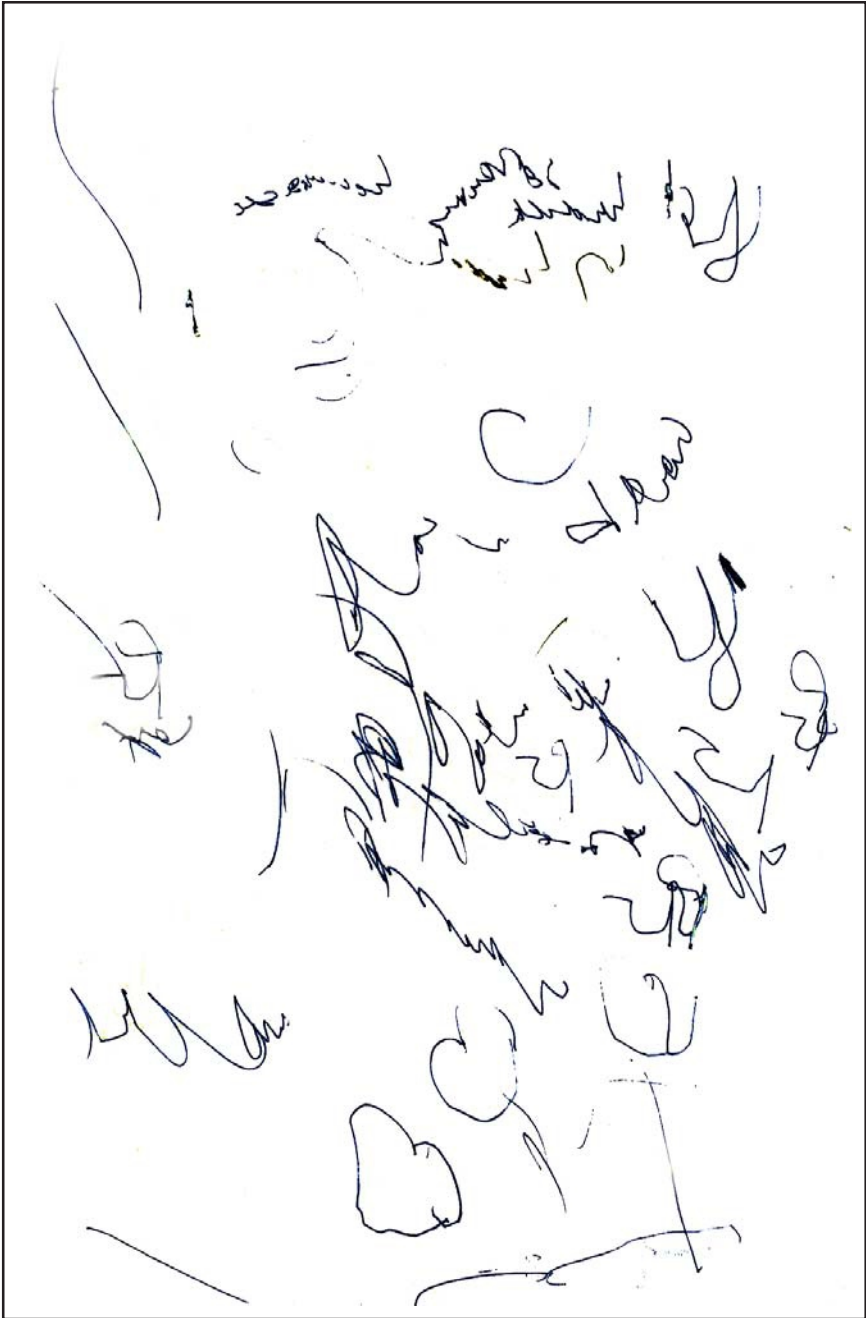
جماعت میں پڑھنے کے مواد کے ساتھ بامعنی تحریر کے بے شمار مواقع موجود ہیں۔ جیسے جیسے بچے لکھتے ہیں، وہ پرنٹ کو باریکی سے دیکھتے ہیں اور حرف و صوت کے رشتے پر غور کرتے ہیں۔ ان میں یہ فہم پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے کہ دائیں سے بائیں جانب پڑھتے اور لکھتے ہیں (جیسے اردو میں) کے بارے میں پڑھنے یہ فہم بچوں کی تحریر میں بھی جھلکتی ہے۔ آئیے، بچوں کی لکھائی کے کچھ نمونوں میں اسے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں —

یہ پریا کی تحریر ہے (تصویر 8)۔ پریا نے جب یہ لکھا تو بائیں سے دائیں جانب لکھا۔ اگر ہم کاغذ پر دیکھیں تو بائیں جانب زیادہ کام کیا گیا ہے۔ کیونکہ شروعات بائیں جانب سے کی گئی ہے۔ لکھائی کے کام میں بنی شکلیں بھی بائیں جانب سے شروع کی گئی تھیں۔ پریا کی یہ سمجھ ابھی پختہ نہیں ہو سکی ہے کہ دائیں سے بائیں جانب پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ پریا کو کہانیوں کی کتابوں اور بامعنی پرنٹ سے جوڑے رکھنا ہو گا نیز اُسے پڑھنے اور لکھنے کے بامقصد مواقع بھی فراہم کرنے ہوں گے۔

اس تحریر میں پریا نے کچھ حروف بھی لکھے ہیں۔ پریا نے لکھنے کے بعد بتایا نہیں کہ کیا لکھا ہے؟ بس اتنا کہا، ”میں لکھ رہی ہوں۔“ پریا کا حروف کی شکل بنانا اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ اس میں یہ فہم پیدا ہو گئی ہے کہ لکھنا اپنی بات کو کہنے کا ایک بامعنی ذریعہ ہے۔

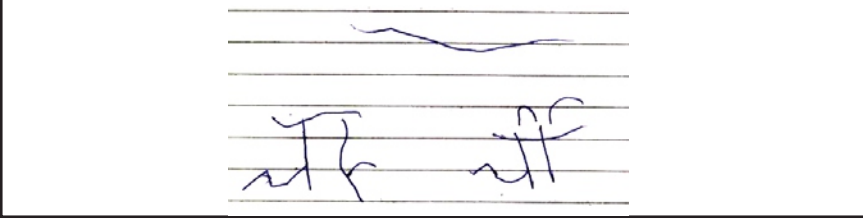
تنشٹھا (تصویر 9) نے لکھنا چاہا کہ ”چھپکلی چیونٹی کو کھا گئی۔“ اس نے اپنی پوری بات دو لفظوں میں لکھی، جس میں پہلا لفظ ”چھپکلی“ اور دوسرا ”چیونٹی“ ہے جو اس کی بات کے دو خاص موضوع ہیں۔ تنشٹھا کی لکھائی یہ بتاتی ہے کہ ابھی اس میں صوتی اشارے کی فہم پیدا ہو رہی ہے۔ اس نے آواز کو سوچ سمجھ کر لکھنے کی کوشش کی۔ جیسے ”(६)“ کے لیے ”(१६)“ اور چیونٹی کے لیے ”(ची)“ لکھا۔ تنشٹھا کا

لکھنے کی شروعات۔ ایک مکالمہ



تصویر 8
ابتدائی تحریر

”چھپکلی“ اور ”چیوٹی“ علاحدہ علاحدہ لکھنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس میں جملے اور لفظ کی ترتیب کی سمجھ پیدا ہو گئی ہے۔ صوتی اشارے کی سمجھ سے متعلق کچھ دوسری مثالیں ہیں— دودھ کو ”دود (दूध)“ لکھنا اور چوہا کو ”چہاہ (चहाह)“ لکھنا۔



توضیحا

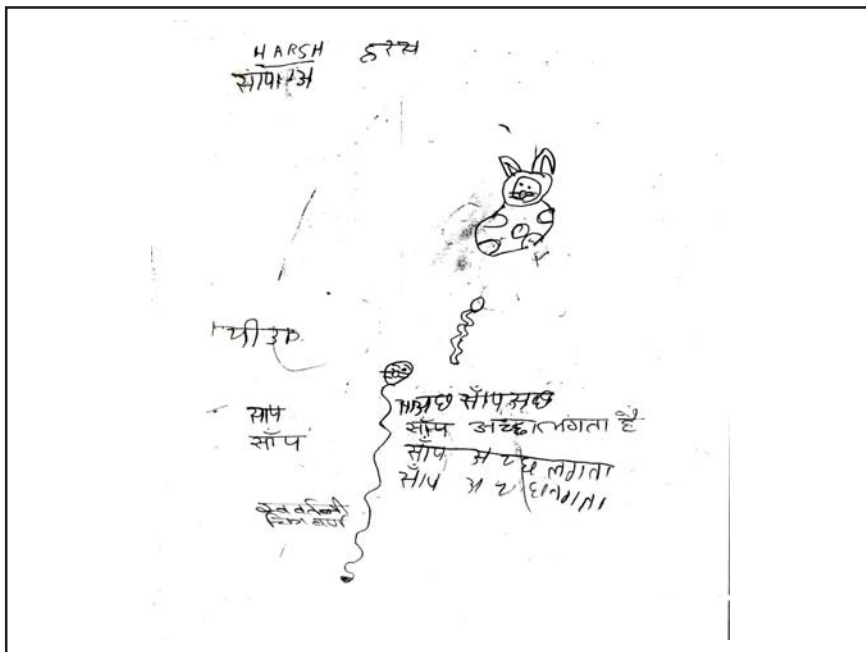
تصویر 9

ہرش (تصویر 10) اور مانسی (تصویر 11) کی لکھائی، خود ایجاد کردہ املا (Invented Spelling) کی دو مثالیں ہیں جہاں اپنی بات لکھنے کی ان کی کوشش نظر آرہی ہے۔ ان مثالوں میں بچوں نے املا کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مانسی اور ہرش دونوں نے ہی مزے دار باتیں لکھی ہیں۔ ہرش نے سانپ کی تصویر بنائی اور ’سانپ اچھا لکھا۔ جب اس کی استانی نے اس سے پوچھا کہ اس نے کیا لکھا ہے تو ہرش نے بتایا کہ اس نے ’سانپ اچھا لگتا ہے‘ لکھا ہے جو استانی نے اس کی تحریر کے نیچے لکھ دیا۔ ہرش نے اپنی بات کو خاص لفظ کو لکھنے کی کوشش کی ہے۔ مانسی اور ہرش دونوں ہی روایتی تحریر کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ ان میں صوتی اشاروں کی فہم پیدا ہو رہی ہے۔ مانسی کی تحریر کو دھیان سے دیکھیں تو مانسی نے کچھ لفظ جیسے ”کپڑی (कपड़ी)“، ”اتر سے (उतरसे)“، ”کٹن (कटन)“ بڑے ہی خود اعتمادی سے لکھے ہیں جب کہ ’راج اوپ (राजउप)‘ اور ’دت کرچ (दतकरच)‘ کے آس پاس بنے نقطے بتاتے ہیں کہ لکھنے والے کے دل میں الجھن ہے۔ اس کی بے اعتمادی لکھنے میں بھی جھلک رہی ہے۔ اس وقت مانسی کو ایسی سرگرمیوں میں لگانا ہوگا جن سے اس کی توجہ کو صوتی اشاروں پر مرکوز کیا جاسکے تاکہ اس کا لکھنا اور بھی پختہ ہو جائے۔

پونم نے اپنی تحریر (تصویر 12) میں اپنے دل کے جذبات بہت خوب صورتی سے کاغذ پر اتارے ہیں

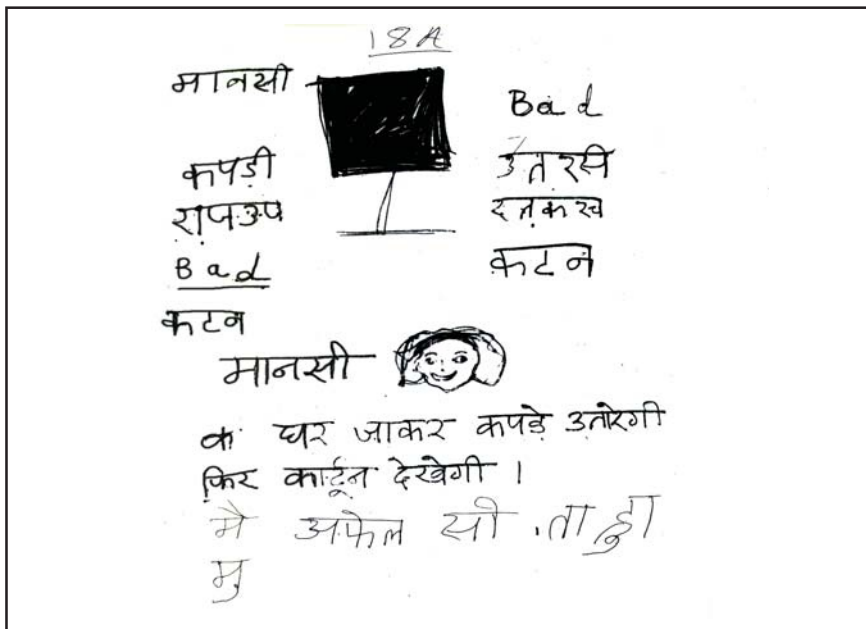
لکھنے کی شروعات— ایک مکالمہ

10



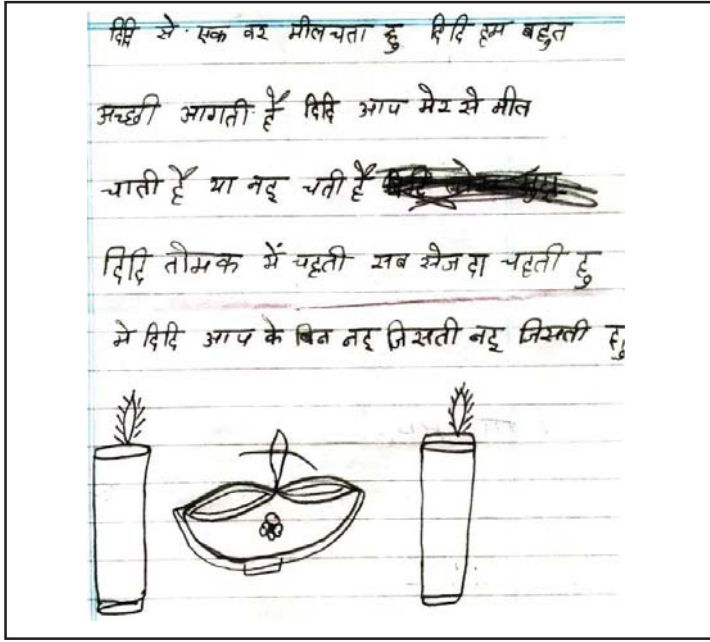
हरश

10 تصویر



मानसी

11 تصویر



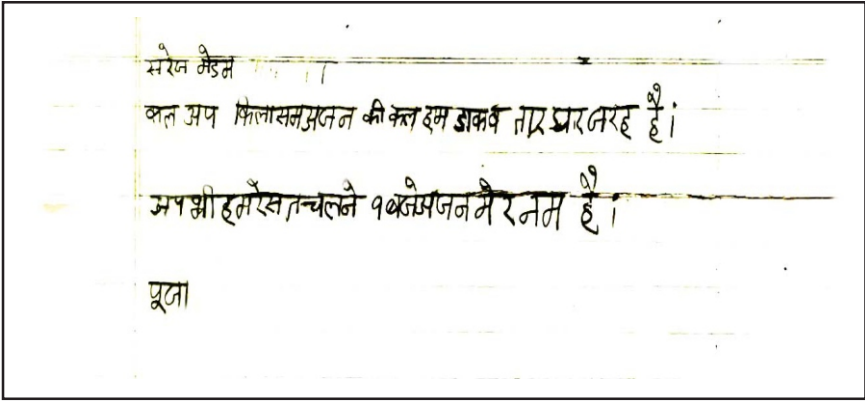
पुनम

تصویر 12

اور اپنی بات کو بہت دل چسپی سے لکھا ہے۔ ”دی دی تو مک میں چھتی سب سیج دا چھتی ہو مے دی دی آپ کے بن نئی جستی نئی جستی ہو دیدی (دیدی تو مک میں چھتی سب سےج دا چھتی ہو مے دیدی آپ کے بین نہی جسیتی نہی جسیتی ہو)۔“۔ پونم بھی خود ایجاد کردہ املے سے روایتی لکھائی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ کئی جگہ لفظ کی بناوٹ کی شبیہ امیج املے میں ابھر کر آرہی ہے۔ جیسے، ”دی دی“، بہت، اچھی، ہے، بن۔ (بن۔) (دیدی، بہت، اچھی، ہے، بن)۔ کی جگہ ”میل (میل)“ لکھا ہے۔ ابھی وہ آواز اور اشاروں کے تعلق کو سمجھ رہی ہے۔ اپنے خیال کو روانی سے لکھنے کی کوشش میں کئی لفظوں کو ادھورا بھی چھوڑا ہے۔ اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ کئی مرتبہ بچے کے ذہن میں باتیں اتنی جلدی جلدی آگے بڑھتی ہیں کہ اس کا قلم اس رفتار کا مقابلہ نہیں کر پاتا۔ پونم کو بامعنی پرنٹ سے لگاؤ جتنا زیادہ ہوگا اور پڑھنے لکھنے کے مسلسل مواقع جتنے زیادہ ملتے رہیں گے، اتنی ہی اس کی تحریر پختہ ہوتی جائے گی۔

پوجانے اپنی اُستانی سروج کو خط لکھ کر ڈاک خانے چلنے کے لیے مدعو کیا ہے۔ پوجا کے دل کی بات

لکھنے کی شروعات۔ ایک مکالمہ



پوجا

تصویر 13

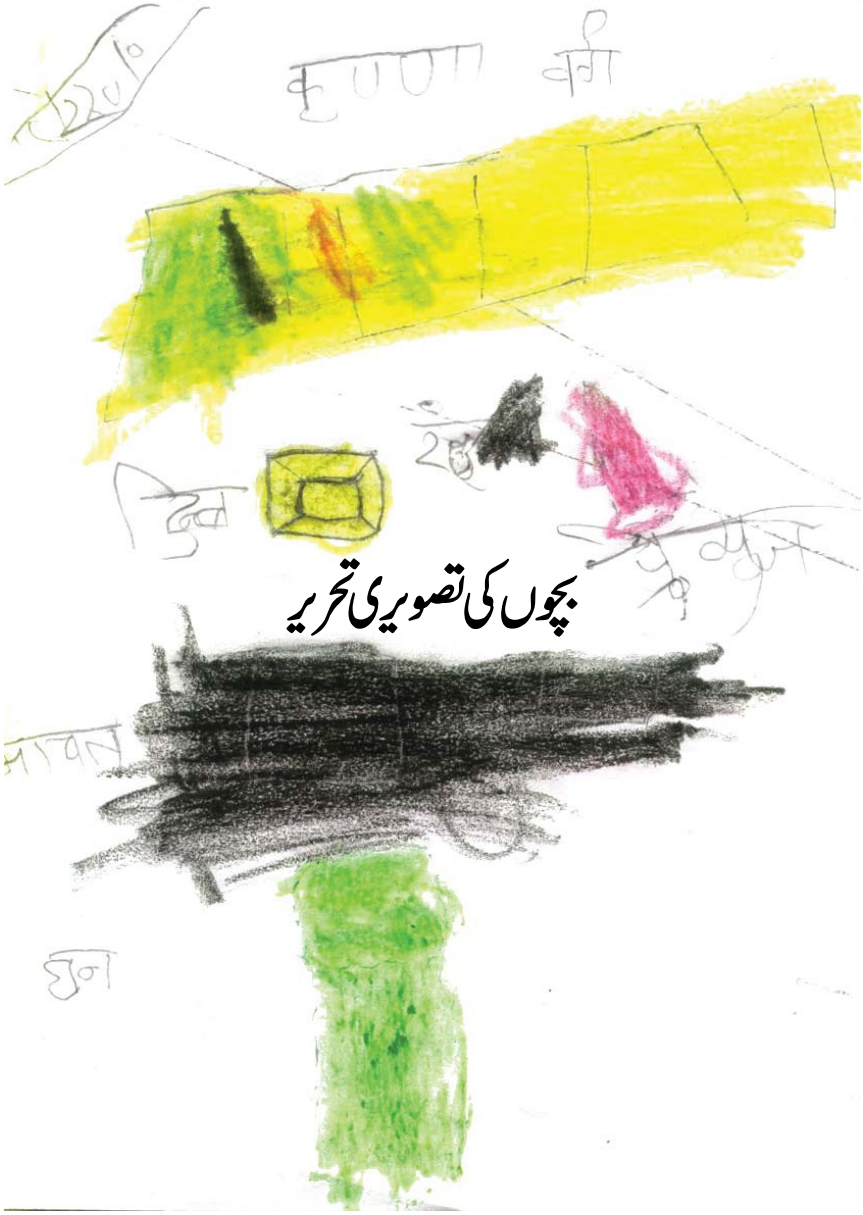
اس کی تحریر سے ہمارے دل تک پہنچ رہی ہے۔ زبان میں سادگی اور وضاحت ہے۔ پوجا ابھی اپنی خود ایجاد کردہ املا کے اس موڑ پر ہے جہاں لفظوں کی مخصوص آوازوں کی سمجھ اس کی تحریر میں نظر آ رہی ہے۔ پوجا کی توجہ، اعراب و علامات اور صوتی اشاروں کی طرف مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ پوجا کا کئی لفظوں کو جوڑ کر لکھنا یہ واضح کرتا ہے کہ پوجا کے اندر یہ سمجھ پیدا ہو رہی ہے کہ دو لفظوں کے درمیان تھوڑی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے لیکن اسے اپنے دل کی بات واضح کرنے میں کہیں رکاوٹ واقع نہیں ہوئی ہے۔ بچوں کی تحریر کے یہ سبھی نمونے تحریر کے عمل کے کچھ بڑاؤ بھی سامنے لاتے ہیں۔ جیسے آڑی ترچھی لکیروں میں کچھ شکلوں کا ابھرنا، حروف کو دہرانا، بانیں سے دائیں جانب لکھنا، صوتی اشاروں کا تعلق وغیرہ۔

یہ بڑاؤ واضح طور پر لائے گئے ہیں تاکہ تحریر کے عمل یا طریقہ کار کے متعلق ہماری فہم بن سکے، اس بات کو دھیان میں رکھنا ہوگا کہ ہر ایک بچے کا سیکھنے کا طریقہ الگ الگ ہوگا اور ترقی کی مدت بھی یکساں نہیں ہوگی۔

ایسی صورت حال میں اساتذہ کو ضبط سے کام لینا ہوگا اور ہر ایک بچے کی ترقی کے ساتھ خود کو جوڑے رکھنا ہوگا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنے بچوں پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ استاد کا اہم کردار نبھاتے ہوئے بچوں کی تحریر میں یا بچوں کے لکھے گئے مواد میں غلطیاں ڈھونڈنے کے بجائے ان کی تحریر

کو اس نظر سے دیکھنا ہوگا کہ بچے کس منزل پر ہیں اور انہیں ترقی کی جانب لے جانے کے لیے کس طرح کی مدد کی ضرورت ہے؟

یہ بے حد ضروری ہے کہ بچوں کو لکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں۔ تحریر بچوں کے ادب، بات چیت یا کسی سرگرمی سے مربوط ہو سکتی ہے۔ ضروری یہ ہے کہ تحریر کا مقصد بچوں کے لیے با معنی ہو۔ تحریر کا یہ طریقہ کار آسان نہیں ہے اور اس عمل میں بچوں کی ترقی کو نمبروں سے نہیں جانچا جاسکتا اور یہ ہمارا مقصد ہے بھی نہیں۔ ہمارا مقصد پڑھنے لکھنے کے عمل کو کامیاب اور با معنی بنانا اور بچوں کی صلاحیت کو تسلیم کرنا ہے تاکہ بچے اسکول میں ہو رہی مختلف سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں اور پڑھنے لکھنے کے عمل کو بے معنی نہ سمجھیں۔ ہمارا مقصد بچوں کو مستقل قاری یعنی لگاتار پڑھنے والا بنانا ہے، تاکہ پڑھنا لکھنا اسکول کا ہی نہیں بلکہ ان کی زندگی کا بھی حصہ بن سکے۔



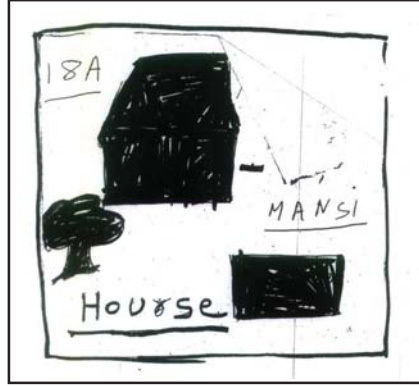
بچوں کی تصویری تحریر

عموماً: پہلی اور دوسری جماعت میں پڑھنا لکھنا سکھانے کے ساتھ ساتھ تصویر بنانا بھی سکھایا جاتا ہے۔ اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تصویریں کچھ اس طرح کی ہوتی ہیں۔ جھونپڑی، جھنڈا، اگتا ہوا سورج، گھاس، پھول، ندی کا ایک منظر، گملا، پھل، سبزیاں وغیرہ۔

کلاس کا ایک منظر



دپویش



مانسی تصویر 2

تصویر 1

استاد نے پہلی اور دوسری جماعت کے بچوں کو کچھ تصویریں بنانے کی ہدایت دی۔ بچے تصویر بنانے میں مصروف ہو گئے۔ دھیان دیجیے، اس عمل کو شروع کرنے سے پہلے بچوں سے نہ تو کوئی بات چیت کی گئی اور نہ ہی انہیں کوئی پس منظر بتایا گیا۔

آئیے ان تصاویر پر کچھ بات چیت کریں۔ بچوں نے استاد کے ذریعے سکھائے گئے طریقے سے ”گھر“ کی تصویر بنائی ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ ایک سکھایا گیا طریقہ ہے اور یہ تصویر ایک ”گھر“ کی نہ ہو کر ”مکان“ کی ہے۔ گھر کے جاندار ماحول کا عکس اس تصویر میں نظر نہیں آتا۔ یہ

بچے کی خاکوں کی زبان اپنے ہی زرا لے ڈھنگ کی ہوتی ہے۔ وہ خاکہ صرف آنکھ سے دکھائی دینے والی شکلوں سے مختلف ہوتا ہے اور ان شکلوں کی بناوٹ بچے کی عمر اور ان کے تجربوں کے ساتھ تبدیل ہوتی جاتی ہے۔ اگر بچے کی عمر کے لحاظ سے تجربے بھی مناسب طریقے سے مل رہے ہوں۔ تو اس کی یہ شکلیں بھی فطری رفتار سے فروغ پاری ہوں گی۔

شکشا کاواہن - کلا، دیوی پرساد

گھر کی چہار دیواری کی تصویر ہے جسے ہم ”مکان“ کہہ سکتے ہیں۔
 اس طرح سے بنائی گئی تصاویر کے ساتھ بچوں نے تعلق محسوس نہیں کیا۔ ایک سیکھے ہوئے طریقے سے
 بنائے گئے گھر کی تصویر میں بچے اپنی پرچھائیں نہیں دیکھ سکے۔ ہو سکتا ہے جیسا ”گھر“ استاد نے بنایا۔ بچوں
 نے اس طرح کا گھر، یا پھر اگتا ہوا سورج دیکھا ہی نہ ہو یا اس کا تصور ان کے من میں موجود نہ ہو۔
 کچھ وقت کے بعد بچوں کو کہانی کی کتاب دی گئی اور ان کو پڑھ کر اپنی پسند کی تصویر بنانے کو کہا گیا
 تھا۔ ایک بچے کے ذریعے بنائی ہوئی تصویر یہاں دی جا رہی ہے۔



تصویر 3: 2009 میں ورکشاپ کے دوران کینڈریہ و دیالیہ کے بچے کی بنائی ہوئی تصویر

یہ تصویر بچے کی خود کی سمجھ اور تصور سے ابھری ہے۔ اس تصویر میں بچے کی دلچسپی اور کہانی سے تعلق کا
 اظہار ہے۔

بچوں کے ذریعے بنائی گئی تصویریں ابتدائی دور کے پڑھنے لکھنے کے تجربوں کی ایک اہم کڑی ہے۔
 بچوں کے بولنے کے عمل میں اپنی بات کہنا اور اشارہ دینا چھپا ہوتا ہے۔ چورسپاہی، ٹیچر، ٹیچر، باورچی
 خانہ اور گڑیوں کے کھیل کو اگر ہم قریب سے دیکھیں تو محسوس کریں گے کہ بچے اپنی باتوں کا اظہار کتنے

آسان اور خوب صورت ڈھنگ سے کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کی فہم، زبان پر گرفت اور خیالات کی جدت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ ان کھیلوں کے ساتھ ساتھ وہ اپنی بات کہنے کے لیے تصویروں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ یہ عمل آہستہ آہستہ لکھنے کی صورت میں سامنے آنے لگتا ہے۔ لفظوں کے ذریعے اپنی بات لکھ دینے کی حالت سے پہلے، تصاویر کے ذریعے اپنی بات کو کہنے کا ایک دور شروع ہوتا ہے۔ یہ دور عارضی سمجھا جاتا ہے لیکن بچے اس دور سے گزرتے ضرور ہیں۔ لکھنے کے اس مرحلے کو ہم تصویری تحریر کا نام دیتے ہیں۔

تصاویر میں بچوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی باتوں کو انفرادی طور سے اپنے انداز میں کہہ سکیں۔ ایسا تب محسوس ہوتا ہے جب وہ اپنی تصاویر کو سمجھاتے یا ان سے متعلق باتیں کرتے ہیں۔

بچے تصاویر کے ذریعے خود اپنی بات کہہ کر خوش ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی بات کو بولنے کے علاوہ ایک اور انداز سے کہنے کا موقع ملتا ہے۔ لیکن استاد/سرپرست بچوں کی تصویری تحریر پر زیادہ غور نہیں کرتے یا پھر وہ سمجھ نہیں پاتے کہ یہ ابتدائی تحریر کا ایک مرحلہ ہے۔



ابتدائی دور کی تصویری تحریر پڑھنا لکھنا سیکھنے کا ایک اہم حصہ ہے۔ استاد اور سرپرستوں کو اسے سمجھنا چاہیے اور اس کی جانچ بھی کرنی چاہیے۔ یہ جانچ آرٹ کے دائرے میں ہی نہیں بلکہ ابتدائی تعلیم سے جوڑ کر بھی کی جانی چاہیے۔ ابتدائی دور کی تصاویر بچوں کی سمجھ اور دل چسپیوں کے بارے میں بہت کچھ کہتی ہیں۔

تصویر 4 : یہ تصویر مٹھراپری یوجنا ودیا لیم میں ایک بچے نے بنائی ہے۔

ابتدائی دور:

- بچے اپنے ڈھنگ سے چیزوں کو بناتے ہیں اور رنگ بھی اپنی ہی پسند کے بھرتے ہیں۔ ہم باغ کی ایک تصویر میں گھاس کارنگ پیلا، لال وغیرہ بھی دیکھ سکتے ہیں۔
- تصویر کی بناوٹ لمبی پتلی اور کم گھیرے والی ہو سکتی ہے۔
- ابتدا میں کاغذ پر تصویر نچلے حصے سے شروع نہ ہو کر بیچ میں یا کافی اوپر یا کہیں بھی دکھائی دے گی۔
- دھیرے دھیرے اس صورت میں چیزوں کی بناوٹ اور تناسب کے بارے میں ان کی فہم بنتی جاتی ہے۔
- کسی چیز کی تصویر صرف اس کے باہری ڈھانچے تک ہی محدود نہیں ہوتی، بچے اس چیز کی اندرونی خاصیتوں کو بھی ابھارتے ہیں، جیسے بانسری کی تصویر میں بانسری کی آواز کو بھی تصویر کشی کے ذریعہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔
- تصویروں میں ہورہی تبدیلی بچوں کے لکھنے کی ترقی کو ظاہر کرتی ہے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچوں کی تصویروں میں کوئی رفتار یا تبدیلی نظر نہیں آتی اور ایک ٹھہراؤ کی حالت برقرار رہتی ہے۔ ایسے میں ضبط سے کام لینا مناسب ہوگا، کیونکہ بچے جلدی ہی اس پڑاؤ کو پار کر لیتے ہیں اور ان کی تصاویر حقیقت کے نزدیک نظر آنے لگتی ہیں۔ جتنا زیادہ وہ اپنے آس پاس کی دنیا کے رابطے میں آتے ہیں اتنا ہی وہ حقیقت کی عکاسی کرنے لگتے ہیں۔ گھاس اور پھولوں وغیرہ کارنگ، چیزوں اور ان کی بناوٹ حقیقت کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ اگر ہم آرٹ کے نقطہ نظر سے بچوں کی تصاویر کی جانچ کریں تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں بچوں میں جمالیاتی حسن کا احساس بھی فروغ پا رہا ہوتا ہے۔ بچوں کو بڑی لگن سے تصویر بناتے ہوئے کبھی غور سے دیکھیں۔ ہر بچے کی تصویر کا ایک اسٹائل اور ایک الگ ڈھنگ ہوتا ہے۔ اپنی تصویروں میں بچے وہ سب کچھ شامل کرتے ہیں جو—
- ان کے آس پاس ہوتا ہے۔
- لوگ ان کی روزمرہ کی زندگی سے منسلک ہوتے ہیں جیسے—دوست، پاس پڑوس، خاندان وغیرہ۔

- وہ کردار جو سنی یا پڑھی گئی کہانیوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔

دھیرے دھیرے ان میں تصویروں کے ذریعے کچھ کہنے اور ایسی وارداتیں جن کا ان پر گہرا اثر پڑا ہو جیسے کسی لڑائی جھگڑے کا واقعہ، حادثات، کسی بات پر ناراضگی یا یادگار سفر کو ظاہر کرنے کی بہت خواہش نظر آنے لگتی ہے۔

عام طور پر ابتدائی دور میں بچے اپنی باتوں اور تجربات کو کہنے کے لیے گفتگو اور تصویروں کا استعمال کرتے ہیں۔ کسی چیز کو دیکھ کر جو شبہ ان کے دل میں بنتی ہے، اس کا تصویروں کے ذریعے اظہار کرتے ہیں۔ زبان کا گفتگو کے ذریعے اظہار کرنے اور اس پر گرفت حاصل کرنے کا دور بہت پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں واقع ہو رہی تبدیلی اور اس کے فروغ کی رفتار کو استاد یا سرپرست تھوڑا بہت غور کرتے ہیں لیکن بچوں کے ذریعے آڑی ترچھی لکیریں کھینچنے اور تصویر کے ذریعے لکھنے پر وہ بالکل توجہ نہیں دیتے۔

تصویر کے ذریعے لکھنے کی حالت میں تخیل کا ایک بہت اہم مقام ہے۔ کلاس میں بچوں کو تصویروں کے ذریعے لکھنے میں اپنے تخیل کو فعال رکھنے کے موقعے دیے جانے چاہئیں۔

تصویری تحریر میں جب بچوں کا تخیل فعال ہوتا ہے تب ہم دیکھتے ہیں کہ جہاز میں چڑیا کے پر لگ جاتے ہیں اور کبھی کبھی بچوں کی ملاقات پر یوں اور بھوتوں سے بھی ہونے لگتی ہے۔ مثال کے طور پر منوج داس کی انگریزی میں لکھی کہانی ”چیزنگ دارین بو“ (Chasing the Rainbow) کا کردار جو کہ پانچ چھ برس کا بچہ ہے، جو گاؤں میں گھومتا ہے، قدرت کو قریب سے دیکھتا ہے اور سراہتا ہے۔ روز ایک نئی کہانی دل میں بناتا ہے۔ اسے اسکول جانا پسند نہیں ہے۔ اس کو لگتا ہے کہ اسکول کی پڑھائی جو صرف رٹے تک محدود ہے اس کی مدد کیسے کر سکے گی، کیونکہ اس میں کوئی کشش اور دلچسپی تو ہے ہی نہیں۔ اس کو تو ایک دن قوس قزح کو پکڑنا ہے۔

یہ ہماری ابتدائی دور کی جماعتوں کی تلخ سچائی ہے جہاں پڑھنے لکھنے کی تخلیقی سرگرمیوں کی کمی ہے۔

ذرا سوچیے، کیا ہم بچوں کی تخیل کو بڑھا دینے کے لیے ایسا کرتے ہیں؟

- کیا ہم بچوں کو ایسی کہانیاں سناتے ہیں جو ان کے تصور کو وسعت دیتی ہوں؟
- کیا ہم بچوں کو کہانیوں کی بنیاد پر تصویری تحریر کے مواقع دیتے ہیں؟
- کیا بچوں کے لکھنے کی جانچ کرتے وقت ان کی تخلیقیت کی جانچ کرتے ہیں؟

دراصل تصاویر کے ذریعے لکھنا بچوں کے اپنے تجربات کا عکس ہوتا ہے۔ تصویروں کے ذریعے لکھنا اس حالت سے بالکل مختلف ہے جہاں تصویریں بنانا صرف ہدایتی کام ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم بچوں کو گھر اور اسکول میں تصویریں بنانے کے زیادہ سے زیادہ مواقع دینے کے ساتھ ہی پڑھنے لکھنے کی سمت میں خود کفیل بنائیں۔

ہم جانتے ہیں کہ بچوں کے پڑھنے لکھنے کی اپنی دنیا بہت جاندار اور مثبت ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات کو تصاویر کے ذریعے ظاہر کرنے میں بھی ماہر ہوتے ہیں اور اپنی دل چسپی اور ضرورت کے مطابق تصویروں اور تحریروں کو پڑھنا سیکھ لیتے ہیں۔ کھانے کی چیزوں کے لیبل، پسندیدہ چیزوں کے اشتہار وغیرہ کو پڑھ لینا زبان کے استعمال کے کارآمد پہلو ہیں۔

پہلی اور دوسری جماعت میں بچوں کا تصاویر

کے ذریعے لکھنا

پہلی اور دوسری جماعت میں بچوں کو تصویر بنانے کے مواقع استاد ہی دیتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ استاد/سرپرست بچوں کی تصویروں کو سمجھیں۔ لکھنے کے عمل کی شروعات آڑی ترچھی لکیروں اور کاغذ پر

بچہ جو تصویر بناتا ہے یا مصور بھی جو تصویر بناتا ہے وہ ان کے اندر کے احساس کے ذریعے تشکیل پاتی ہے۔ دوسروں کی آنکھوں دیکھا نہیں، بلکہ جو خود دیکھا، خود محسوس کیا ہوا ہوتا ہے۔ بچہ اس دنیا کو جیسے دیکھتا ہے، جیسے اسے اس کا تجربہ ہوتا ہے اور جس طرح کارڈ عمل اس کے اندر ہوتا ہے، ان کو لے کر ان کے دماغ میں اشکال کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ اس باہر کی دنیا کا علم ہوتا ہے جو دل کے جذبات کا اظہار، وہ تصاویر کے ذریعے کرتا ہے وہ ان کے ذریعے روشنی حاصل کرتا ہے۔ یہ شکل ہی اس کی

بعض نقطے بنانے سے ہوتی ہے۔ اس عمل کے دوسرے دور میں بچے تصویر بنانے کی کوشش کرتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے بچے تصویر بنانے میں ہچکچائیں، کیونکہ بچوں کے لیے شاید یہ ایک نیا تجربہ ہو۔ اس ہچکچاہٹ کی کچھ دوسری وجہیں بھی ہو سکتی ہیں۔

- بچوں کو کتابیں دیکھنے اور پڑھنے کے بھرپور مواقع نہیں ملتے ہوں۔
- اپنے آس پاس تحریر کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہوں۔
- جماعت میں آزادانہ طور پر پڑھنے اور اظہار کے بہت کم مواقع ملتے ہوں اور استاد کے ذریعے بچے کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی ہو۔

ہوتی ہے۔ اس لیے جو تصویر وہ اپنی زبان کے ذریعے بناتا ہے، وہ زبان کے پیمانے کے لحاظ سے ٹھیک ہوتی ہے۔ تصویر اچھی بنی یا غلط، یہ کہنے کا حق اسی شخص کو ہے جو بچے کی ”تصویری زبان“ سے واقف ہے۔ ایک زبان والا شخص اگر دوسری زبان کے جملے کی بناوٹ کی پرکھ اپنی زبان کی قواعد سے کرے اور کہے کہ جملے کی بناوٹ غلط ہے، تو وہ ناانصافی کرے گا۔ بچے کی خاکے کی زبان بنتی ہے اس کی مکمل شخصیت کے تجربے کے ذریعے۔ بالغ کی خاکے کی زبان اکثر صرف آنکھ کے تجربے سے تشکیل پاتی ہے۔ یہ دونوں انوکھی ہیں۔ ان کا ایک دوسرے سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

شکشا کاواہن - کلا دیوی پرساد

اکثر بچے بنائی ہوئی تصویروں سے مطمئن نہیں ہوتے۔ بچوں کو اچھی تصاویر کے نمونے دکھانے چاہئیں تاکہ وہ اپنی تصویروں میں تبدیلی لانے کے لیے راغب ہوں۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ بچوں کی تصویروں کو جماعت میں ایک قابل قدر مقام ملنا چاہیے۔ استاد کو صرف بچوں کو ”شاشا“ دے کر ہی تسلی نہیں کر لینی چاہیے۔ تصویروں میں واقع ہو رہی تبدیلیوں اور تحریر کے ساتھ تصویروں کے تعلق کو سمجھنا اور اندازہ قدر کی ڈائری میں نوٹ کر لینا چاہیے۔ بچوں کو اپنی تصویروں کے بارے میں بات چیت کرنے کے مواقع ملنے چاہئیں۔ بات چیت کے دوران ان کی کہی گئی خاص باتوں کو لکھنا بھی ابتدائی خواندگی کی ایک اہم سرگرمی ہے۔ جماعت میں ”پڑھنے کا گوشہ“ ہونے کے ساتھ ساتھ ”بچوں کا تصویری گوشہ“ بھی ہونا چاہیے۔

ہمیں تصویروں اور تصویر کشی سے متعلق پہلی اور دوسری جماعت میں کیا کرنا چاہیے؟

پہلی اور دوسری جماعت میں سیاق پر مبنی سرگرمیاں کروانا بہت اہم ہے۔ ایسا کرنے سے بچے۔

• سنی/پڑھی گئی کہانی، واقعے وغیرہ کی فہم حاصل کرتے ہیں۔

• تخیل کی تحریک ملتی ہے۔

• جیسے تصویر کی تحریر کا تخلیقی کام کر سکتے ہیں۔

بچوں کی تصویر کشی چیزوں کو پرکھنے کی صلاحیت پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کے لیے بچوں کا اُن چیزوں اور

کرداروں سے تعلق ہو جنہیں وہ دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ کہانیوں، نظموں اور بات چیت کے ذریعے سے

اس زبان سے ان کا بروہونا بہت زیادہ ضروری ہے۔

• ایک ہی طرز اور طریقے سے تصویر نہ بنوائیں۔ اگر ہم پھول/گملے وغیرہ کی تصویر بنوانا چاہتے ہیں تو

کلاس میں پھولوں اور گملوں کی کئی مختلف تصاویر لگائیں/ دکھائیں۔

• ہماری بنائی ہوئی تصویر ہمارے لیے ہے، بچوں پر اسے تھوپنے کی کوشش نہ کریں۔

• جماعت میں بچوں کے تجربات سے رابطہ رکھیں، سیاق کے حوالے سے تصویریں زیادہ بنوانے کی

کوشش کریں۔

• دھیرے دھیرے کچھ تخیلاتی واقعات/کہانیوں پر بھی تصویر بنوانے کی کوشش کریں۔

• نظموں پر بھی تصویریں بنوائی جاسکتی ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے۔

لکھی ہوئی نظم بچوں کے پاس ہو یا ان کے آس پاس دیوار وغیرہ پر لگی ہو، کیونکہ نظم سے تصویر تبھی

ابھرے گی جب وہ اسے پڑھیں گے۔ بچوں کو سمجھ کر پڑھنے کا موقع دینے کی یہ ایک اہم سرگرمی ہے۔

تصاویر کے ذریعے تصویر کی تحریر بچوں کے لکھنے کے عمل کا ایک حصہ ہے۔ تصویر کی تحریر کے دور میں

بھی بچے معنی تشکیل کرنے کے عمل سے ہی گزرتے ہیں۔ معنی، بچوں کے سنے، پڑھے، دیکھے گئے

تجربوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ لکھنے کے عمل میں بھی بچوں کے ذریعے معنی تشکیل دینے کا فلسفہ پوشیدہ ہے۔

19-10-2010

कमा १ दिव
बुधवार दिव

अनुक कला

पेही اور دوسری جماعت میں تحریر - ایک نقطہ نظر



चूडा

यह रक्त चूडा है।

انوج کمار، مقرر پروجیکٹ ودیالیہ

پہلی اور دوسری جماعت میں تحریر - ایک نقطہ نظر

اپنے آس پاس پہلی اور دوسری جماعت کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سیکھنے کے نام پر حروف، ان کی آواز بناوٹ اور ان سے شروع ہونے والے ایک ایک لفظ کو اچھی طرح رٹتے ہوئے دیکھنے کا تجربہ شاید کسی پڑھانے والے کے لیے نیا نہیں ہوگا۔ دوسری طرف انہیں بچوں کا اپنے کھیلوں میں الگ الگ کھیل گیتوں کا استعمال کرنا، لفظوں کے ساتھ کھیلنا، ٹک بندی کرنا، کھیل کھیل میں کسی کی اداکاری کرتے ہوئے اس شخص جیسی گفتگو کرنا، اور تو اور اکیلے کھیلتے وقت اپنے کاموں کے بارے میں سوچتے ہوئے ساتھ ساتھ بولنا وغیرہ بھی کچھ ایسے تجربات ہیں جو خود اپنے آپ میں معنی خیز ہیں۔ ہم جانتے ہیں اور مانتے بھی ہیں کہ بچے صحیح اور موثر ڈھنگ سے بات کرنے، سوچنے، کھیلنے کے لیے زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ پھر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بچوں کے یہ برتاؤ رروئے، جو زبان پر ان کی گرفت کے ساتھ ساتھ زبان کے بارے میں ان کی معلومات اور فہم کو ظاہر کرتے ہیں، جماعت کی دہلیز کے باہر رہ جاتے ہیں، کیوں کہ بچوں کی زبان سے متعلق یہ کامیابیاں ابتدا میں بتائے گئے حروف سیکھنے کے شور میں کہیں کھوجا جاتی ہیں؟ کیا پڑھنا لکھنا سیکھنے کا آغاز اسکول میں حروف سیکھنے سے ہی شروع ہوتا ہے؟ ان سوالوں کے جواب کے لیے ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ بچے زبان کے استعمال کی جس فہم کے ساتھ اسکول میں آتے ہیں، اس کا پڑھنے لکھنے سے گہرا تعلق ہے۔

کیا ہے پڑھنا اور لکھنا؟

حروف اور اس کی آواز کا آپسی تعلق سیکھنا ہی عام طور پر پڑھنا لکھنا سیکھنے کی شروعات سمجھا جاتا ہے۔ یہ سبھی جماعت میں حرف، لفظ، جملہ اور پھر شاید کہانی یا نظم پڑھنے لکھنے کے سلسلے میں نظر آتی ہے۔ اب ذرا غور کرتے ہیں کہ بات کرنا سیکھنا یا بچوں کے ذریعے بولی جانے والی زبان کا استعمال کرنا بھی ایسی سلسلہ وار اور روایتی تعلیم کے محتاج ہیں؟ بچے روزمرہ کی مختلف حالتوں پر بڑوں کو ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے سنتے ہیں۔ آہستہ آہستہ بچے خود اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کے لیے ملتی جلتی زبانی ساختوں کا استعمال کرنے لگتے ہیں اور بڑوں کے رد عمل کے مطابق انہیں بدلتے رہتے ہیں۔ یہی صلاحیتیں بات چیت کے فطری اور با معنی سیاق میں فروغ پاتی ہیں۔

اسی عمر سے بچے اپنے آس پاس کی لکھی ہوئی چیزوں جیسے بسکٹ اور ٹافی کی پتی، سرٹک پر لگے ہدایتی بورڈ اور پوسٹروں وغیرہ کو پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاتھ میں قلم، پینسل یا سلیٹ آتے ہی آڑی ترچھی لکیریں کھینچ کر ان کے ساتھ کوئی معنی یا پیغام جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی لکھنے کی ابتدا کا حصہ ہے۔ یہ ان کی ابتدائی خواندگی کے اشارے ہیں، معنی اخذ کرنے کی فطری کوشش کی ہی شکلیں ہیں، کسی رسمی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ اصل میں روزمرہ کے بامعنی اور باعمل حوالوں میں بولی جانے والی زبان کی طرح ہی پڑھنے لکھنے کی فہم فروغ پاتی ہے۔

جماعت میں تحریر کے خدو خال

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ابتدائی خواندگی کے اس غلط تصور کو اور مزید وسعت دینا اور سنجیدگی سے سمجھنا اور جماعت میں ایک مقام دینا کیوں ضروری ہے اور بچوں کا سیکھنا ایک بامعنی سرگرمی کیسے بنے؟ اسکول میں داخل ہوئے بچے پہلے ہی بول چال کی زبان کے علم اور پڑھنے لکھنے کے کچھ اہم غلط تصورات سے لیس ہوتے ہیں۔ اگر سیکھنے کے عمل میں بچوں کی اس صلاحیت کو ضروری بنیاد تسلیم کر کے فطری طریقے سے آگے بڑھایا جائے گا، تو پڑھنا لکھنا سیکھنا ایک دل چسپ اور بامعنی تجربہ ہو جائے گا۔

بچوں کی تصویروں کی ٹیڑھی میڑھی لکیریں بھی بہت کچھ کہتی ہیں۔ تصویر بنانے کا موقع انھیں اپنے تجربے یا خیال کو پیش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لکھنے کے اس مرحلے میں ایسے انفرادی خیال کو دوسروں کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے اگر استاد بچے سے اس کی تصویر میں بتائے گئے نام یا پیغام کو ہو، ہو لکھ دیں تو لکھنے کے عملی استعمال سے بچہ اسی لمحے واقف ہونے لگتا ہے۔ لکھی ہوئی/تحریر کا استعمال کچھ بامعنی کہنے کے لیے ہوا ہے۔ ایسے ہی کاموں سے خواندگی کا غلط تصور واضح ہو جاتا ہے۔ پڑھنے لکھنے کے بڑھتے ہوئے مواقع کے ساتھ یہ فہم اور بھی گہری ہوتی جاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ لکھنے کے تکنیکی پہلو سامنے آنے لگتے ہیں، جیسے لکھنے کی سمت بائیں سے دائیں (ہندی میں) یا دائیں سے بائیں (اردو میں)، حروف کی بناوٹ، دلفظوں کے درمیان کی خالی جگہ، دیوناگری رسم الخط میں لفظ کے اوپر لکیر کھینچنا وغیرہ۔

ان غلط تصورات کی سمجھ بچوں کو خود لکھنے کی کوشش میں آہستہ آہستہ نظر آنے لگتی ہے، ضرورت ہے تو صرف درست مشاہدے کی۔

لکھنے کے اسی تناظر میں پڑھنے لکھنے کے گہرے تعلق کو سمجھنا ہوگا۔ دراصل، با معنی سرگرمیوں کے ذریعے پڑھتے وقت سمجھنے اور سوچنے کے لیے بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا ضروری ہے، ورنہ حروف کی آواز کو ملا کر بولنا ہی ”پڑھنا“، تسلیم کر لیا جائے گا۔ لکھنے کی طرح پڑھنے کے عمل میں بھی معنی کی فہم کی اولیت کو تسلیم کرتے ہوئے بچے آہستہ آہستہ لکھنے کی صلاحیت کی باریکیوں کو سمجھنے لگتے ہیں جیسے پڑھنے کی سمت، سیاق کے مطابق مطالعہ کے مواد کا اندازہ لگانا وغیرہ۔ اس ضمن میں آواز اور حرف کے تعلق کی فہم بھی بننے لگتی ہے۔

اب آپ ہی دیکھیے دیکشت جی، دوسری جماعت میں آگے ہیں تب بھی ان بچوں کا یہ حال ہے! میں نے ابھی املا کرایا ہے۔ اب جانچ کر رہا ہوں۔ ایک بچے نے بھی دس میں سے دس لفظ صحیح صحیح نہیں لکھے۔ اسی بچے کو دیکھ لیجیے، صرف دو لفظ صحیح ہیں۔

آڈو	پارےسانی	مساہل	بھڑی	بھڑی
تسا	گورکر	مساہل	چینا	آڈو
سواچکر				

بچے کی غلطی ٹھیک کرانے سے زیادہ ضروری ہے یہ سمجھنا کہ وہ غلطیاں بھی کر رہے ہیں یا نہیں؟ اسی بچے کے لکھے دس لفظوں پر غور کیجیے۔ اس بچے نے بوزی، گورکر اور مجبور (بوزی، گورکر اور مساہل) تینوں الفاظ میں ’اؤ‘ کی جگہ ’اڈ‘ (’ا‘) کی جگہ ’اڈ‘ (’ا‘) اور ’اڈ‘ (’ا‘) کی آواز کی علامت میں دشواری ہے۔ آگے دیکھیے پریشانی ’پارےسانی‘ میں ’س‘ (’سا‘) کا استعمال یہ واضح کرتا ہے کہ ’س‘ (’سا‘) اور ’ش‘ (’شا‘) کے تلفظ کرتا ہے کہ ’س‘ (’سا‘) اور ’ش‘ (’شا‘) کے تلفظ اور لکھنے میں اس بچے کو دشواری ہے۔ گورکر کو اس نے گورکر (’گورکر‘) لکھا ہے۔ اس کا مطلب یا تو یہ لفظ اس نے ٹھیک سے نہیں سنا یا پھر ’گ‘ (’گا‘) اور ’گھ‘ (’گھا‘) میں فرق کرنے میں اسے دشواری ہو رہی ہے۔ ’چلائی‘ لفظ کو اس نے ’چل آئی‘ لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بچے نے اپنے ہی طریقے سے آپ کے ذریعے دی گئی ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

دو استادوں کے درمیان مکالمہ

تصویر 1

حرف اور صوت کا تعلق

دو اساتذہ کے درمیان جس موضوع پر مکالمہ ہو رہا ہے یہ درحقیقت کئی اساتذہ کے دل میں آتا ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ تحریر (پرنٹ) کے ساتھ وابستہ رہنے کے لگاتار موقعوں سے بچوں میں لکھنے کے تصور کے ساتھ حرف اور صوت کے رشتوں کی سمجھ بھی آتی چلی جاتی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کچھ حرفوں کی آوازوں کی پہچان بچوں کو کبھی کبھی دوسرے کے ذریعے توجہ دلانے سے واضح ہوتی ہے۔ بار بار استعمال میں آنے والے حروف کی آوازوں کی علامات کی پہچان بچوں کو خود ہی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تصویر 1 میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بچے کو 'اُ' اور 'اُو' کی آواز کی علامات میں الجھن ہوتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کو یہ علم بھی ہے کہ 'اُ' اور 'اُو' ملتے جلتے آوازوں کے نشان ہیں، اس لیے ضرورت کے مطابق استاد حرف و صوت کی علامت پر بھی توجہ مبذول کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ انہیں ایسا ہمیشہ کرنا پڑے۔ کسی کہانی یا حوالے میں اگر خاص حرف کی تکرار ہو رہی ہے تو جماعت میں سبھی بچوں کے ساتھ اس امکانات پر بھی توجہ دی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر "تھقی کی بچکی" کہانی میں 'ہ' کی تکرار اس کے لیے مناسب ہو سکتی ہے۔ لیکن ابتدائی سطح پر اعراب پر الگ سے زور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی خاص حرف کے مقابلے میں اعراب کا استعمال بچے ہر لفظ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح سے خود ہی انہیں اعراب کی سمجھ آ جاتی ہے۔ پہلی اور دوسری جماعت میں ہماری توجہ بچوں کو خالص املا سکھانے پر نہیں بلکہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ بچے اپنے دل کی بات خود ساخنہ املا میں بھی بے جھجک ظاہر کرتے ہیں۔ نیچے دی گئی مثال سے ہمیں یہ پتہ لگے گا کہ بچوں میں حرف و صوت کے رشتے بنانے میں استاد اور تحریر پر پرنٹ سے مالا مال پُر ماحول کا کیا کردار ہوتا ہے۔

آج کے کام کے پلان کے تحت میں نے سوچا کہ آج رینا پر خاص توجہ دوں گی۔ جب سبھی بچے ریڈنگ کارنر سے کتابیں پڑھ رہے تھے۔ میں نے رینا سے کہا کہ اپنی پسند کی کہانی کی کتاب لائے۔ وہ لالو اور پیلو کی کتاب لائی۔ ہم دونوں نے مل کر تصاویر کی مدد سے کہانی پڑھنی شروع کی۔ رینا نے تصویروں میں دکھائی دینے والے کرداروں کو نام دینا شروع کیا اور میں تصویروں میں رونما ہونے والے واقعات کو بیان کر رہی تھی۔ اسے بیان کرنے کے بعد میں صفحہ پر لکھی ہوئی لائن کو انگلی رکھ کر اس کے لیے پڑھ دیتی۔ اس طرح ہم نے پوری کتاب پڑھ لی۔ اس کے بعد میں نے رینا سے کہا کہ اب وہ خود اس کہانی کو پڑھے۔ وہ کتاب لے کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اور اپنی سہیلی کے ساتھ کتاب پڑھنی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کتاب لے کر میرے پاس آئی اور اس نے کہا "اب میں پڑھ سکتی ہوں"۔ مجھے اس کی خود اعتمادی دیکھ کر خوشی ہوئی۔ میں نے کہا "چلو پڑھتے ہیں"۔ اس نے پہلے صفحہ پر تصویروں سے ہی کہانی پڑھی۔ اس کے بعد وہ نیچے لکھے جملوں کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے لکھے ہوئے لالو اور مرغی کو پہچان لیا۔ دوسرے صفحہ پر میں نے اس کی توجہ پیلو کی طرف دلائی پھر یہ تین تین لفظ وہ ہر صفحہ پر پہچانتی گئی۔" (استاد کے تجربہ ڈائری پڑنی ایک واقعہ)

حرف اور صوت کے رشتے کی فہم سبھی بچوں کی تحریر میں لگا تار جھلکتی ہے۔ استاد اب ایک اور اہم رجحان بچے کے لکھنے میں دیکھ سکتے ہیں۔ لکھنے کا عمل ایسے با معنی موقعوں پر پختہ ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ روایتی تحریر کی جانب بڑھتا جاتا ہے۔ بچے اپنی بات لکھنے کی کوشش میں حرف و صوت کے رشتے کی فہم کا استعمال کرتے ہوئے املا کی تلاش بھی کرنے لگتے ہیں۔

خود ساختہ املا کے کچھ نمونوں میں ان کی کوشش قابل تعریف ہے، جن سے بچوں میں اپنے دل کی بات بتانے کی للک صاف جھلکتی ہے۔ مگر اکثر اساتذہ کو املا کی یہ ”غلطیاں“ دائمی لگتی ہیں اور اس وجہ سے دوسری غلطیوں کی طرح انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بولنا سیکھنے کے عمل میں بھی بچوں کی زبان جب مانوس لفظوں سے ملتے جلتے لفظ بناتی ہے تو کیا ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے؟ تو پھر لکھنا سیکھنے کے فطری عمل میں خود ساختہ املا کی تلاش کی یہ مثالیں پریشان کن کیوں ہیں؟ با معنی سیاق میں لکھی ہوئی چیزوں سے بڑھتے ہوئے رابطے خود ساختہ املا کو بھی روایتی تحریر کی جانب لے جاتے ہیں۔ اس لیے لکھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے مواقع فراہم کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی پڑھنے لکھنے کی سبھ کو فطری اور ترقی پذیر نظریے سے فروغ دینا ضروری ہے۔

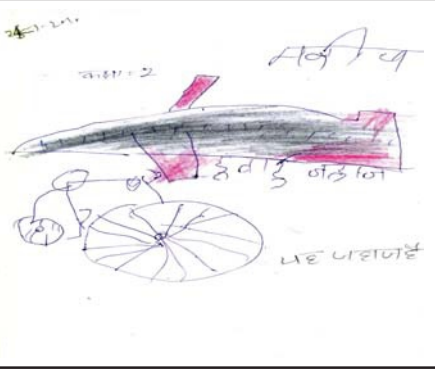
پڑھنے لکھنے کا رشتہ

جماعت میں تحریر کے تناظر میں ایک بار پھر پڑھنے لکھنے کے رشتے کو سمجھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، یہ دونوں عمل ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ پڑھنے کے دوران سیکھے گئے تصورات اور صلاحیت لکھنے میں کام آتے ہیں اور لکھنے کا پڑھنے میں۔ اس لیے بچوں کے لکھے ہوئے پیغامات کو ان سے ضرور پڑھوایا جانا چاہیے اور پڑھے ہوئے مواد سے متعلق تحریری کام دینا چاہیے۔ اس سے پڑھے ہوئے مواد کی سمجھ بچوں کو اپنے نجی تجربات کے اظہار میں مدد کرے گی۔ یہ عمل تحریر کو با معنی سیاق میں استعمال کرنے کی ترغیب دے گی۔ کچھ مصنفین کا یہ بھی خیال ہے کہ پڑھنے میں ان کے نجی



تو

تصویر 3



منیش

تصویر 2

تجربات کی توسیع ہوتی ہے اور نئے تجربے ذخیرے میں داخل ہو جاتے ہیں جن کی جھلک لکھنے میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تحریر کے دوران لکھنے والا اپنے خیالات کے ساتھ جدوجہد کرتے ہوئے انہیں کاغذ پر اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عمل پڑھنے لکھنے کے دوران گہرا تعلق قائم کرنے اور انہیں گہرائی سے سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک مستقل قاری اور ایک اچھا مصنف بنانے میں یہی صلاحیت اہم ہوتی ہے۔

جماعت میں تحریر کے مواقع

عام طور پر جماعت میں لکھنے کی فہم پڑھنے کی طرح ہی حروف تہجی کی ابتدا پر منحصر سمجھی جاتی ہے۔ اس کے پیچھے تصور یہ ہے کہ لکھنے کے کام تو حروف تہجی سیکھ لینے پر ہی ممکن ہیں۔ حروف تہجی کے علم کے بعد بھی بچے اپنے خیالات اور تجربات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ عام طور پر جماعت میں بچوں کے خیالات اور موضوعات سے زیادہ تکنیکی پہلو جیسے املا، لکھاؤٹ وغیرہ پر دھیان دیا جاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر تحریری کام حروف کی خوبصورت بناوٹ، خوش خطی، املا، سوال و جواب وغیرہ کی نقل تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس طرح کی مشقیں بچوں کے لکھنے کی فطری خواہش پر روک لگا دیتی ہیں اور اپنی باتیں لکھنے کی خواہش کہیں کھو جاتی ہے۔ تحریر سیکھنے سکھانے کا یہ طریقہ بچوں کی سرگرم اور لکھنے کے اصل مقصد اظہار کے خلاف ہو جاتا ہے۔ جماعت میں لکھنے کا کام اس طرح کا ہو جو فطری اور ترقی پذیر نظریے سے بچوں کو ایک فعال لکھنے کی شروعات۔ ایک مکالمہ

مصنف بننے کے مواقع دیتا ہو۔ تحریر کو ترسیل، اپنی بات کہنے، تصور کرنے، معلومات فراہم کرنے، اطلاع دینے، تلاش، جذبوں کو ظاہر کرنے کا مضبوط ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ کسی بھی عمر یا سطح پر لکھنے کا کام ایسا ہو جو بچوں کے لکھنے کے اس عملی تجربہ سے رشتہ بنانے کا موقع فراہم کرے۔ نیچے دیے گئے کچھ نکات ایسی سرگرمیوں کی تعمیر میں مددگار ہوتے ہیں۔

1- بچوں کا ادب اور تحریر: تحریر کا مضمون اور تحریر میں اظہار کی صورتوں کو عام طور سے استاد کی سنائی ہوئی کہانیوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ بچوں کے لکھنے کی فہم اور صلاحیت کے مطابق استاد کہانی کے کسی حصے سے ملتے جلتے تجربہ کو تصویر کے ذریعے ان سے ظاہر کرنے کے لیے کہہ سکتا ہے۔ اس تصویر پر استاد بچے کے تجربے کو اسی کے لفظوں میں لکھ سکتے ہیں یا تھوڑے بڑے نچے وہ بات خود لکھنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس کوشش میں کوئی بچہ شاید صرف کچھ چیزوں اور اشخاص کے نام یا خود کار ساختہ املے میں پورا جملہ لکھ سکتا ہے۔ استاد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان حقائق کو درج کر کے ان کی جانچ کرے اور ہر ایک نچے میں موجود صلاحیت کو سمجھ کر اسے فروغ دینے کے لیے مناسب مواقع فراہم کرے۔

کہانی کے کرداروں کو نام دینا، اس کا نیا عنوان لکھنا، اسے آگے بڑھانا لکھنے کے دیگر مواقع ہیں۔ نظموں میں ہم قافیہ الفاظ بچوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتے ہیں اور اسی دل چسپی کو اہمیت دیتے ہوئے نچے آگے بڑھائی گئی نظم کے مصرعوں میں ایسے لفظ خود لکھ سکتے ہیں یا نظم کی فہم کی بنیاد پر خود مصرعے جوڑ سکتے ہیں۔

2- تجربات پر مبنی تحریر: بچوں کے روز کی کلاس اور اس کے باہر کے تجربے بھی لکھنے کے اہم مواقع فراہم کرتے ہیں۔ روزانہ کلاس کا کچھ طے شدہ وقت پچھلے دن کے تجربے میں شریک کرنے اور ان کو لکھنے کے لیے بچوں کو دیا جاسکتا ہے۔

3- درسی کتاب کا استعمال: استاد لکھنے کے مواقع کے لیے درسی کتاب میں دی گئی کہانیوں اور نظموں کا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ احتیاط کے ساتھ بنایا گیا منصوبہ جماعت میں موجود دیگر

ادب اطفال سے ان اسباق کا رشتہ قائم کر سکتے ہیں اور بچے اب ایک ہی موضوع سے متعلق مواد سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ درسی کتاب سے متعلق لکھنے کی سرگرمیاں بھی روایتی سوال و جواب، خالی جگہوں کو بھریے وغیرہ کے بجائے دلچسپ اور بامعنی بنائی جائیں تو تحریر جلد ہی اظہار کا ایک مزے دار وسیلہ بن جائے گی۔

4- تحریری/ پرنٹ سے مالا مال جماعت کی تحریر میں معاونت: بچوں کے ذریعے لکھے گئے نام، عنوان، تجربہ اور کہانیاں وغیرہ جماعت میں دکھانے سے بھی لکھنے کی ترغیب ملتی ہے۔ جماعت میں اہمیت حاصل کرنے سے زیادہ اپنی تحریر کے لیے ایک تجربہ کار قاری اور تحریر کی محرک کا ہونا لکھنے کے کام کو اور بامعنی بنا دیتا ہے۔ استاد کی لکھی ہوئی ”آج کی بات“ (صبح کا پیغام) دھیرے دھیرے بچوں میں بھی ایک دوسرے کے لیے پیغام لکھنے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح اسباق کی فہرست میں ہر ہفتے پڑھی گئی کہانی اور نظموں کا نام لکھنا بھی لکھنے کا بامعنی تجربہ ہے۔

لکھنے کو اپنے خیال، تخیل اور تجربہ کے اظہار کا ایک ذریعہ سمجھا جانا ضروری ہے۔ یہ نقطہ نظر ابتدائی خواندگی کی بنیاد ہے اور پڑھنے لکھنے کا یہ نظریہ ہی بامعنی آموزش کے لیے اہم ہے۔

تحریر کی جانچ

اپنی بات کا اظہار لکھ کر کرنا انسان کی ایک بہت بڑی کامیابی رہی ہے۔ پہلے انسان تصویری اشاروں کے ذریعے اپنی باتوں، روزمرہ زندگی کے تجربوں وغیرہ کا اظہار کرتا تھا جیسا کہ بھیم پیٹکا کے غاروں کی تصاویر میں ہم دیکھتے ہیں۔ لیکن تصاویر کی ایک حد ہوتی ہے۔ ہر ایک چیز کو تصویر میں ظاہر کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے تصویر آہستہ آہستہ علامات کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس سے رسم الخط کا فروغ ہوتا ہے۔ آج ہمارے پاس رسم الخط ہے جو ہمارے آس پاس ہو رہی وارداتوں، تجربوں، نجی احساسات، جذباتوں اور خواہشوں وغیرہ کے اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

انسانی تاریخ کی اس بڑی ایجاد اور مفید دین کو ہم اٹاٹھ کے طور پر آنے والی نسل تک ضرور پہنچانا چاہیں گے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ رسم الخط کا فروغ ایک خاص تسلسل سے ہوتا ہے۔

قدیم زمانے کے کچھ حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسم الخط پہلے تصویروں، تحریر آسان علامات اور پھر ترقی کر کے موجودہ شکل تک پہنچی۔ اسی طرح تحریر میں بچے کئی ایسے مرحلوں سے گزرتے ہیں، لیکن ان مرحلوں سے گزرنے میں ہر بچے کی اپنی ایک رفتار ہوتی ہے۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے ابتدائی جماعتوں میں اس عمل کو آسان، فطری اور بامعنی بنانے کی ضرورت ہے۔

ابتدائی سطح پر بھی ”تحریر“ کا خاص مقصد خیالات کا اظہار اور ترسیل ہے۔ ابتدائی تحریر کے دوران بچوں کے لیے یہی خاص مقاصد مرکز میں رہنے چاہئیں۔ تبھی یہ عمل فطری، آسان اور کامیاب ہوگا۔ لیکن عموماً جماعتوں میں لکھنے کا مقصد صرف حروف کی بناوٹ، خوب صورت لکھاوٹ اور صحیح املا کے استعمال تک ہو کر محدود رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں تحریر ایک مشینی عمل بن کر رہ جاتی ہے۔ تحریر کے جن بنیادی مقاصد کی ہم بات کر رہے تھے ان کا استعمال کلاس میں ہونا ایک نایاب منظر بن گیا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ خیالات کے اظہار اور ترسیل کے لیے گفتگو کی زبان کا استعمال تو جماعت میں کیا ہی جاتا ہے۔ تحریر کی زبان میں دوسرے مشینی پہلوؤں پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے لیکن ہم اگر غور کریں تو ایسا کرنے سے تحریر سیکھنے کا عمل بچے کے لیے غیر دلچسپ اور زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر ہم



جب انسان نے پہلی مرتبہ آگ کا استعمال کیا اور اسے جلانا سیکھا تب ما قبل تاریخ عہد میں یہ سائنس کی سمت میں اٹھایا گیا بہت بڑا قدم تھا۔ بہیم بینکاکی عہد کی پینٹنگ کی بنیاد پر بنایا گیا خاکہ

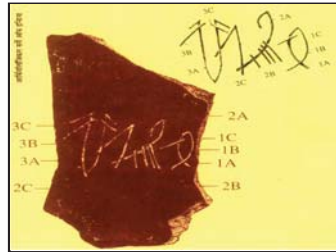
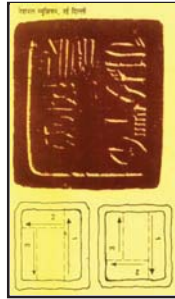
𐤀 a	𐤁 ā	𐤂 i	𐤃 ī	𐤄 u	𐤅 ū
𐤆 e	𐤇 ai	𐤈 o	𐤉 ga	𐤊 gha	𐤋 ña
𐤌 ka	𐤍 kha	𐤎 ja	𐤏 jha	𐤐 ña	𐤑 na
𐤒 ca	𐤓 cha	𐤔 ja	𐤕 jha	𐤖 ña	𐤗 na
𐤘 ta	𐤙 tha	𐤚 da	𐤛 dha	𐤜 ña	𐤝 na
𐤞 ta	𐤟 tha	𐤠 da	𐤡 dha	𐤢 ña	𐤣 na
𐤤 pa	𐤥 pha	𐤦 ba	𐤧 bha	𐤨 ma	𐤩 va
𐤪 ya	𐤫 ra	𐤬 la	𐤭 ja	𐤮 va	𐤯 va
𐤰 ša	𐤱 ša	𐤲 sa	𐤳 ha	𐤴 ha	𐤵 ha

براہمی رسم الخط

𐤀 a	𐤁 ā	𐤂 i	𐤃 ī	𐤄 u	𐤅 ū
𐤆 ka	𐤇 kha	𐤈 ca	𐤉 cha	𐤊 ja	𐤋 jha
𐤌 ta	𐤍 tha	𐤎 ta	𐤏 tha	𐤐 da	𐤑 dha
𐤒 pa	𐤓 pha	𐤔 pa	𐤕 pha	𐤖 ba	𐤗 bha
𐤘 ya	𐤙 ra	𐤚 ya	𐤛 ra	𐤜 la	𐤝 va
𐤞 ša	𐤟 ša	𐤠 sa	𐤡 sa	𐤢 ha	𐤣 ha
𐤤 ka	𐤥 ki	𐤦 ku	𐤧 kr	𐤨 ke	𐤩 ko

کھروشی رسم الخط

ہڑپاکی تصویری تحریر



𐤀 a	𐤁 ā	𐤂 i	𐤃 ī	𐤄 u	𐤅 ū
𐤆 ka	𐤇 kha	𐤈 ca	𐤉 cha	𐤊 ja	𐤋 jha
𐤌 ta	𐤍 tha	𐤎 ta	𐤏 tha	𐤐 da	𐤑 dha
𐤒 pa	𐤓 pha	𐤔 pa	𐤕 pha	𐤖 ba	𐤗 bha
𐤘 ya	𐤙 ra	𐤚 ya	𐤛 ra	𐤜 la	𐤝 va
𐤞 ša	𐤟 ša	𐤠 sa	𐤡 sa	𐤢 ha	𐤣 ha

گپت رسم الخط

ابتدا ہی سے تحریری زبان کو بات چیت کی ہی توسیع سمجھ کر کام کریں تو جماعت میں لکھنا دلچسپ اور بامعنی بن جائے گا۔ جس طرح بچے بول کر اپنے تجربات کو دوسروں کے سامنے بیان کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح لکھنے کو بھی اپنے اظہار کا ذریعہ سمجھیں گے۔

”لکھنا ایک طرح کی بات چیت ہی ہے۔ لکھتے وقت ہم کسی سے مکالمہ کر رہے ہوتے ہیں، حالانکہ عموماً وہ شخص ہمارے سامنے نہیں ہوتا۔ بہت سی باتیں ہم کسی اطلاع، خیال یا یاد کو محفوظ کرنے کے لیے لکھتے ہیں۔“

— کرشن کمار

ابتدائی کلاسوں میں بچوں کے لکھنے کی کوششوں کو استاد عموماً کس نظریے سے دیکھتے ہیں اس سے ہمارے

تدریسی طریقہ کار کا کس طرح کا ڈھانچہ ہمارے سامنے آتا ہے؟ ہم اب اس پر بحث کریں گے۔ بچے کے لکھنے پر ایک استاد کا رد عمل کیسا ہونا چاہیے؟ اس کے لیے تحریر کے کچھ نمونے استادوں کو تجزیے کے لیے دیے گئے۔ ان نمونوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے رد عمل کچھ اس قسم کے تھے۔

گروپ 1

- یہ کام کسی استاد نے نہیں جانچا ہے، کیونکہ اس پر کہیں بھی ٹھیک یا صحیح کے نشان یا تاریخ نہیں ہے۔
- بچے کی غلطیوں کو نہیں سدھارا گیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کام استاد نے نہیں جانچا ہے۔
- ہم اگر اسے جانچتے تو اسے ”بہت اچھا“ کا تحریری رد عمل ظاہر کرتے۔
- یہ رد عمل شاید کسی ہم جماعت نے ظاہر کیا ہو، کیونکہ ”I agree“ جیسے الفاظ کا استعمال کوئی دوست ہی کر سکتا ہے۔

ذرا سوچیے، کیسے کرتے ہیں ہم جانچ؟

21/05

Why are you so small?
 'No you are so beautiful.'
 Why are you telling you
 are not beautiful every
 one is beautiful

Because I don't get water
 and I am not beautiful.

you are
 absolutely
 right, Nistha
 I agree.

21/05

एक बार एक पौधेशाला रोना था
 था वो पौधेशाला अंदर का
 पौधेशाला उसका मनी
 रक्षा कता था वो उसकी
 हर रोज पानी था वो उसकी खर
 शतक था गाजर नकी टमटर
 आन मर वो हर टमती
 पौधेशाला को पानी देता था
 एक दिन वो थर का
 बीज लाया शतकल उसके
 मित्री को प्रदान की उधर
 बनाय बीज रगे

21/06

जब परी बहुत गर्मी का मौसम
 उदास हो गई थी ।
 गर्मी से सूरज लौना होकर गर्म
 गर्म हावा हो गई ।
 परी इसलिये उदास हो गई थी
 करु की उसको बहुत गर्मी लगी थी

تصویر 1

گروپ 2

• یہ ہو سکتا ہے کہ استاد نے جانچا ہو، کیونکہ جس طرح ہم اسٹیج پین یا ہاتھ میں جو کچھ بھی آجائے اس سے بے فکر ہو کر بچے کی کاپی میں بڑے بڑے حرفوں میں لکھ دیتے ہیں ویسے ہی یہاں بھی لکھا ہے۔

• زبان بھی بچے کی نہیں لگ رہی ہے، اس لیے ایسا لگ رہا ہے کہ بچے کی تحریر کے نیچے دیا گیا رد عمل کسی ہم جماعت نے نہیں بلکہ استاد نے ظاہر کیا ہے۔

اس بحث میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اساتذہ کے خود کے نظریے اپنے رول کے تعلق سے کتنے سخت ہوتے ہیں۔ اساتذہ کا متحد ہو کر یہی ماننا تھا کہ صحیح کے نشان، دستخط اور تاریخ کے بغیر بچوں کے کام کو جانچنے کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ عام طور پر تو یہ ثبوت ہی بنیادی جانچ بن کر رہ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ غلطی کو سدھارنے جیسی باتیں کرتے ہیں، جیسے اس کے بغیر تو ان کے استاد ہونے سے ہی انکار کر دیا جائے گا۔ لیکن زیادہ تر ساتھ ہی کچھ اور باتیں بھی اس بحث سے ابھریں تو نہایت دلچسپ ہیں۔ استاد بچوں کے لکھنے کے کام پر جس طرح سے رائے دے رہے ہیں، اس پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ خود بھی اپنی تحریر میں انہیں باتوں کا دھیان رکھتے ہیں۔ اکثر استاد اپنے لیے الگ پیمانے بناتے ہیں اور بچوں کے لیے الگ۔ استاد خود کو بچے کے کام کا پیمانہ مان لیتے ہیں اور اسی کے مطابق کام کی جانچ کرتے ہیں۔ ان کی زیادہ تر توجہ خیالات کے اظہار کے بجائے تحریر کے میکائیکل پہلوؤں پر ہی رہتی ہے۔ ان سب میں بچے کی خود اظہاریت کہیں کھو جاتی ہے۔

جیسے استاد کا یہ ریمارک کہ ”ہم چھوٹا بڑا ٹیڑھا میڑھا کیسے بھی لکھ دیتے ہیں۔“ ایک ستم ظریفی ہے کہ بچوں سے تو یہ توقع کی جاتی ہے کہ صحیح بناوٹ میں، صحیح لفظ، سطروں کے بیچ میں بالکل واضح لکھیں مگر ہم خود اس سے آسانی سے آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔ دراصل بچے کے لیے تو اساتذہ

جس طرح اس کی کاپی میں لکھتے ہیں، وہی اصول ہوتا ہے۔

یہ بات بھی کافی تعجب خیز ہے کہ استاد کی خود سے بھی توقع ایک ناظم کی شکل میں ہوتی ہے۔ اساتذہ یہ تبصرہ کہ "I agree" تو صرف ایک دوست ہی دوسرے دوست سے کہہ سکتا ہے، اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ استاد اور بچے کے رشتوں میں کہیں اپنائیت کی کمی ہے۔

کیسا ہوا اندازہ قدر

جانچ یعنی اندازہ قدر کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ بچے نے کیا اور کیسے سیکھا؟ بنیادی بات یہ ہے کہ بچے کس طرح سیکھ رہے ہیں اور ان کے سیکھنے میں استاد کہاں مدد کر سکتے ہیں یا کس طرح کی مدد کر رہے ہیں۔ ان معلومات کی بنیاد پر اساتذہ اپنے تدریسی طریقہ کار اور منصوبوں میں سدھار لاسکتے ہیں۔ جانچ سے جماعت میں ہر ایک بچے کی ترقی اور سیکھنے کی رفتار کے بارے میں معلومات استاد کو مل جاتی ہیں۔

عام طور سے پہلی اور دوسری جماعت میں امتحان کے ذریعے جانچ کی جاتی ہے جو کہ ایک دیونٹ کے بعد یا سال ریسیشن کے آخر میں کی جاتی ہے۔ اس امتحان میں یادداشت پر مبنی سوالوں کو فوقیت دی جاتی ہے اور صرف مضامین میں کامیابی کو نمبر یا گریڈ سے جانچا جاتا ہے۔ اسے تکمیلی اندازہ قدر کہا جاسکتا ہے۔ اندازہ قدر کے مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ضروری ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں اندازہ قدر مسلسل ہو اور بچوں کے کام اور برتاؤ کے مشاہدے پر مبنی ہو۔ یہ تشکیلی اندازہ قدر سے ممکن ہے۔ تشکیلی اندازہ قدر مہارت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ کلاس کی ابتدا سے آخر تک سال بھر روزانہ یہ اندازہ قدر کیا جاسکتا ہے۔ آموزش میں بات یہ ہے کہ تشکیلی اندازہ قدر کے لیے استاد کو منصوبے بنانے ہوں گے۔

اندازہ قدر صرف پڑھنے لکھنے کا ہی نہیں بلکہ بچوں کے سننے اور بولنے کا بھی ہونا چاہیے۔ سننے کا مطلب دوسروں کی باتوں کو صبر و تحمل سے سننے اور سمجھنے کی قدرت سے ہے۔ بچوں کے لیے سننا ایک آواز یا بات ہے، یہ کہانی، نظم یا ایک دوسرے کے درمیان مکالمے کا سننا ہو سکتا ہے۔ بات چیت یا مکالمہ کا تحریر کی جانچ

بالکل یہ مطلب نہیں ہے کہ بچوں کے لیے کوئی ہدایتی جملہ ہو۔ بولنے کا مطلب ہے، بچے خود اعتمادی کے ساتھ اپنے دل کی بات ظاہر کرنا اور اس کے لیے اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ بچوں کو اپنے دل کی بات کہنے کا بھرپور موقع دیں۔ بچوں کی کہی گئی بات کو استادان کے جذبات کے اظہار کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچے کی زبان میں مقامی بولی کے لفظوں کی آمیزش کتنی ہے یا بچوں کا ذخیرہ الفاظ کتنا اور کیسا ہے؟ اسے بھی جانچ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کی بات چیت میں ماحول سے متعلق یا جماعت میں زیر بحث موضوعات سے متعلق الفاظ کی شمولیت دیکھ سکتے ہیں۔

جب ہم بچے کی تحریر کو بچے کے اظہار و ترسیل کا ذریعہ تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا بھی دھیان رکھنا ہوگا کہ ہم بچے کی تحریر پر کس طرح کا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔

بچوں کے تحریری کام کا اندازہ قدر کرتے وقت ہم کئی باتوں کو دھیان میں رکھ سکتے ہیں جیسے

• خیالات کا آرکیٹنل اور سہل ہونا

• خیالات کا منطقی تسلسل

• تحریر کے میکاکی پہلو

مگر ابتدائی دور میں یہ میکاکی ضروری ہے کہ بچے میں لکھ کر اپنی بات کہہ دینے کی خود اعتمادی پیدا ہو۔ اس کے لیے اساتذہ کو بہت ہی سوجھ بوجھ اور صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا۔ بچے کی تحریر پر ایک یا دو جملے کا تبصرہ لکھ کر آپ یہ ثبوت دیں گے کہ تحریر ایک مشینی عمل نہیں بلکہ ایک طرح کا مکالمہ ہے۔

مثال کے طور پر جب بچہ کوئی کہانی یا خط وغیرہ لکھتا ہے تو وہ کچھ کہنا اور بتانا چاہتا ہے۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ استاد اس کے خیالات پڑھے اور اس کے بارے میں کچھ کہے۔ اگر ایسے میں اس کے خیالات کے بجائے صرف اس بات پر دھیان دیا جاتا ہے کہ بچے کے لکھے ہوئے لفظوں کا املا یا جملے کی ساخت ٹھیک ہے یا نہیں تو بچہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے خیالات کی جماعت میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے خیالات کی آرکیٹنٹی اور سلاست ختم ہوتی جاتی ہے اور اس کی تخلیقیت منتشر ہو جاتی ہے۔ جماعت میں ایسا نہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ استاد بچوں کے خیالات کو فوقیت دیں۔ بچوں کی تحریر

میں ہم حصہ دار ہو سکتے ہیں، جیسے اگر ایک بچہ کوئی کہانی لکھتا ہے تو استانی یہ لکھ سکتی ہے کہ وہ کہانی اسے کیسے لگی؟ کیا کہانی پڑھ کر اسے کچھ یاد آیا؟ کسی بات پر ہنسی آئی؟ کسی بات پر دکھ ہوا؟ وغیرہ۔

ہمیں اس کے ساتھ ہی اس کا دھیان رکھنا ہوگا کہ ایک ہی وقت میں تحریری کام میں سب کچھ دیکھنا مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ ایک ساتھ سب کچھ جانچیں گے اور بچے کی غلطیاں نکالیں گے تو بچہ اگلی مرتبہ کچھ لکھنے سے قبل ڈرے گا۔ آپ علاحدہ علاحدہ چیزوں کو دیکھنے کے لیے آپ خود الگ الگ مقاصد مقرر کر سکتے ہیں۔ جیسے شروع کے کچھ مہینوں میں صرف بچوں کے جذبات و خیالات کی آریجنٹٹی وغیرہ پر زیادہ توجہ دیں اور املا سے متعلق تصحیح کم سے کم کریں۔ اس میں بھی ہر بچے کی ذہنی سطح اور آموزش کی رفتار کے لحاظ سے فرق رکھنا ہوگا۔ آپ کو یہ خود طے کرنا ہوگا کہ کس بچے کو کس طرح کے بھلاؤ، اصلاح، حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ آہستہ آہستہ آپ کی بقیہ باتوں پر جیسے خیالات کا منطقی سلسلہ، املا، لکھاؤ وغیرہ پر بھی توجہ دے سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کسی کہانی کے تناظر میں منطقی تسلسل پر کام کریں اور اس کی تحریر میں صرف وہی جانچیں یا کسی نظم کے ہم قافیہ کو پہچان کر ان سے نئی نظم لکھوائیں، اور اس کام میں صرف ہم قافیہ الفاظ پر ہی توجہ مرکوز رکھیں، نظم کے آہنگ اور ساخت یا دوسری باتوں پر نہیں۔ آپ کا رد عمل بھی اسی کے مطابق اور واضح لفظوں میں ہو۔ بچے کے دل میں یہ بھروسہ پیدا کرنا ضروری ہے کہ وہ لکھ سکتا ہے اور استاد اس کے خیالات کو جاننے کا خواہش مند ہے۔

بچوں کے تحریری کام کی تعریف کرنا بچے میں خود اعتمادی پیدا کر سکتا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ استاد ہر بچے کے تحریری کام پر ”بہت اچھا“ / ”Good“ لکھیں۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ یہ بھی بتائیں کہ انھیں تحریر میں کیا پسند آیا؟ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ استاد ریمارک بھی لکھے کہ بچہ اپنے تحریر کو کیسے بہتر بنا سکتا ہے۔ استاد اپنے ریمارک میں کچھ ایسا بھی لکھ سکتے ہیں جس سے بچوں کو اپنی لکھی ہوئی بات کو آگے بڑھانے کا موقع ملے، جیسے اگر کوئی بچہ اپنے پالتو کتے کے ساتھ کھیلنے کے بارے میں لکھتا ہے تو استانی یہ بھی لکھ سکتی ہے، ”مجھے یہ جان کر اچھا لگا کہ آپ اپنے پالتو جانور کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ آپ اس کے ساتھ اور کیا کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی لکھ کر بتائیے۔“ جب بچوں کو یہ محسوس ہوگا کہ

استانی واقعی یہ جاننا چاہتی ہے تو اس کو مزید آگے لکھنے کی ترغیب ملے گی۔ مگر ریمارک دیتے وقت کچھ باتوں پر ضرور توجہ دیں، جیسے ریمارک کی اہمیت تبھی ہے جب وہ فوراً ملے۔ یہ نہ ہو کہ بچے خود بھی بھول چکے ہوں کہ انھوں نے اُس وقت کیا لکھا تھا، اور ان کے کیا جذبات تھے؟ یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ ہر بچے کی کا پی پر روزانہ طول طویل ردعمل کا اظہار کریں۔ ردعمل کس کس طرح کا ہو سکتا ہے؟ کسی مشورہ کی شکل میں، کسی سوال کی صورت میں یا کسی کو واضح طور پر یہ بتاتے ہوئے کہ تحریر میں آپ کو کیا اچھا لگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی تحریر میں آپ دلچسپی دکھائیں تاکہ بچے اپنی بات لکھ کر ظاہر کرنے کے خواہش مند ہوں۔ بس خیال رہے کہ ہفتے بھر میں ہر بچے کے کام پر آپ اپنا ردعمل ظاہر کر چکے ہوں۔ ریمارک دیتے وقت بچے کا نام لکھ کر اسے مخاطب کرنے سے بچے کو اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے اور وہ متوجہ ہو کر آپ کی بات پڑھتے ہیں۔ دھیان دینے والی بات یہ بھی ہے کہ اگر بڑے چاہتے ہیں کہ وہ بچے کے پڑھنے لکھنے کے عمل میں شامل ہوں تو انھیں خود ان کے سامنے زبان کا مثالی روپ پیش کرنا ہوگا۔ اس لیے ردعمل صاف صاف ایک پورے جملے میں لکھیں اور اس میں اگر کچھ سدھار کی بات کہی گئی ہے یا تعریف بھی کی گئی ہے تو وہ واضح، بامقصد اور مخصوص ہو۔ اس سے بچے کو آگے کام کرنے میں مدد ملے گی۔ اس لیے اس طرح کا اندازہ قدر محض نمبر دینے سے زیادہ پیچیدہ تو ضرور ہے مگر یہ بچوں کو اپنی اپنی رفتار اور سطح سے آگے بڑھنے کا موقع دیتا ہے۔ ہر بچہ الگ ہوتا ہے، اس کی کچھ خاص خصوصیات اور لکھنے کا اندازہ ہوتا ہے جسے نمبروں سے نہیں جانچا جاسکتا۔

تحریری کام کیسا ہو اور اساتذہ بچوں کے لکھنے کی مہارت کو کیسے فروغ دیں؟

ابتدا سے ہی ہمیں یہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہم بچوں کو لکھنے کے لیے کس طرح کے مواقع فراہم کر رہے ہیں اور مناسب طریقے سے جانچ کرنے سے قبل یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم بچوں کو اپنے دل کی بات لکھ کر ظاہر کرنے کا موقع دیں۔ تبھی لکھنے کے کام سے بچے وابستہ ہو سکیں گے اور ان کے لکھنے کے کام میں تنوع بھی ہوگا۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل تین پہلوؤں پر توجہ دینا بہت ضروری ہے:-

- بچوں کے سامنے لکھنے کا بامعنی مقصد ہو۔

• بچے کس کے لیے لکھ رہے ہیں؟ یہ واضح ہو۔

• بچوں کے پاس اس موضوع پر کہنے کے لیے کچھ مواد ضرور ہو۔

جیسا کہ ہم پہلے بات کر چکے ہیں تحریر کو ہم بات چیت کی ہی توسیع سمجھتے ہیں۔ اس لیے بچوں میں اپنی بات کہنے کی خواہش کو زندہ رکھنا اور انہیں لکھنے کے کام سے وابستہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ خاص ذمہ داری استاد کی ہی ہوتی ہے کہ وہ لکھنے کے ان پہلوؤں کو بچوں کے سامنے رکھ سکیں۔ اس لیے کہ بچوں کو تحریری کام کرنے سے پہلے لکھنے کا مقصد معلوم ہونا چاہیے اور وہ مقصد حقیقی بھی ہونا چاہیے۔ جب انہیں واضح علم ہو کہ وہ کس لیے یہ کام کر رہے ہیں تو ان کے تحریر میں جوش اور آریجنٹٹی قائم رہے گی۔ اگر بچے پہلے سے ہی جانتے ہوں کہ ان سے کام صرف غلطیاں سدھارنے کے لیے کروایا جا رہا ہے اور اس سرگرمی کے بعد اس کام کو کسی بھی شکل میں آگے نہیں بڑھایا جائے گا تو لکھنے کے کام میں ان کی دلچسپی کیسے قائم رہے گی؟ اصل مقصد سے متعلق تحریری کام کے مواقع آپ جماعت میں پیدا کر سکتے ہیں، جیسے بچوں کے لکھے ہوئے کام کو بلیٹن بورڈ پر لگانا، اپنے دل کی بات استاد (یا کسی دوسرے) کو بتانے کے لیے خط لکھنا، جماعت میں حاصل کی گئی معلومات کو دوسروں سے بانٹنے کے لیے خبرنامہ وغیرہ بنانا۔ استاد کو بچوں کے ساتھ مل کر اس طرح کے مواقع اور نئے مقاصد تلاش کرنے ہوں گے جہاں وہ اپنی بات کہنے کے تجسس کو قائم رکھ سکیں۔

ہم یہ بات جانتے ہیں کہ کسی بھی تحریر پر اس بات کا بہت اثر پڑتا ہے کہ وہ کس کے لیے لکھی جا رہی ہے اور اس کا قاری کون ہے۔ جیسے پرنسپل کے لیے لکھے گئے خط کی بناوٹ اور موضوع کسی دوست یا سرکاری افسر کو شکایت درج کرانے کے لیے لکھے گئے خط سے بہت مختلف ہو۔ یہ فرق بچے بھی خوب سمجھتے ہیں۔ بولتے وقت انہیں یہ دھیان رہتا ہے کہ جماعت میں کس طرح کے لفظ اور زبان کا استعمال کرنا ہے اور گھر میں کیسے کسی بالغ سے بات کرتے وقت بچوں کی زبان میں کچھ رسمی پہلوؤں کی شمولیت ہو جاتی ہے جب کہ اپنے دوستوں سے بات کرنے کا ان کا طریقہ بہت الگ ہوتا ہے۔ بچوں کی اسی فہم کو ہمیں ان کی تحریر میں بھی جگہ دینی ہے انہیں براہ راست طریقے سے یہ فرق بتانے کی ضرورت نہیں

ہے، صرف ان کے تحریری کاموں کے لیے مختلف قاری کے بارے میں سمجھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں ”قاری“ کا مطلب ”پڑھنے والے“ سے زیادہ اس سے ہے جس کو مخاطب کر کے کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ قاری کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ میز، کرسی، پڑوس میں رہنے والا بچہ، بلی وغیرہ۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی تحریر چاہے وہ لفظوں میں ہو، جملوں میں یا چھوٹی کہانی میں ہو عموماً استاد کے لیے ہی ہوتی ہے۔ اس لیے استاد جماعت میں مباحثہ کر کے بچے کی تحریر کے مختلف قاری ڈھونڈ سکتے ہیں۔ بچے خود ایک دوسرے کی تحریر کے ”قاری“ بن سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس طرح کی نمائش بھی منعقد کی جاسکتی ہے جہاں ماں باپ یا اسکول کے دوسرے لوگ بچوں کی تحریر کو پڑھنے آئیں۔ اساتذہ بچوں کے تخلیقی قوت کا استعمال کر سکتے ہیں اور نئے نئے ”قاری“ بھی لے سکتے ہیں جیسے اگلی سیٹ پر بیٹھا بچہ، جماعت کا کوئی دوسرا رکن، دوسری جماعت کے بچے، اسکول کا چوکیدار، مٹھائی والا، ماں باپ آدھی چھٹی میں آنے والا بس، سائیکل، پڑوسی، گاؤں یا شہر کے بچے، سنی یا پڑھی گئی کہانی کے کردار وغیرہ یہ امکانات تحریر میں جان ڈال سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بچے اپنے لکھے ہوئے مکالمے میں ایک بڑی دنیا کو شامل کرتے جائیں گے۔ یہ تحریر کے عملی استعمال کو سیکھنے کا ایک خاص ذریعہ بھی ہے۔

اوپر دی ہوئی مثالوں (تصویر 2، 3 اور 4) میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ بچوں نے اپنے اپنے ڈھنگ سے ایک ہی مقصد کے لیے کتنی الگ الگ باتیں لکھی ہیں۔ ان تینوں خطوں میں یہ بات خاص ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خط ان کی سابقہ استانی کے لیے ہے تو اس میں لکھنے کے کچھ رسمی پہلوؤں کا ہونا ضروری ہے، جیسے تینوں نے اپنے انداز سے پوسٹ آفس جانے کا وقت بھی لکھا ہے تاکہ جس حقیقی مقصد اور عملی استعمال کے لیے خطوط لکھے گئے ہیں، وہ پورے ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اس میں لکھی ہوئی ذاتی باتیں اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ بچوں کا استانی سے کافی لگاؤ رہا ہوگا۔

”قاری“ اور مقصد کے واضح ہونے کی وجہ سے بچوں کے ان خطوط میں تحریر کے کئی پہلو دیکھنے کو ملتے ہیں جو ان کی پروان چڑھتی ہوئی فہم کا ثبوت ہیں اور اس کام کو کرنے کے لیے بچوں میں اتنا جوش ہے کہ انھوں نے خود ساختہ کا املا کا استعمال کرنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

علاقائی دورے پر جانے کے لیے اپنی سابقہ استانی کو مدعو کرنے کے لیے تیسری جماعت کے بچوں کے
 لکھے ہوئے کچھ خطوط —

شروین مہیں

شروین مہیں ہم کو پوسٹ آفس میں
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا

شروین مہیں

جی

تصویر 2

SAROJ MADAM آجکا کا III B
 9-12-04

شروین مہیں آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا
 آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا آنا

عکس

تصویر 3

सौरभ मेडल
 कल अप फिलासमजन की कल इम डाकव तार प्ररजरह है।
 जनमी हमैसतचलने वकजमजन मैरनम है।
 पूजा

پوچا

تصویر 4

اچھی تحریر وہ مانی جاتی ہے جس میں لکھنے والے کا اپنا نقطہ نظر اور لکھی ہوئی بات سے اس کی وابستگی ہوتی ہے۔ بچوں کو بھی اپنے نقطہ نظر کی نشوونما کے مواقع تحریر سے متعلق سرگرمیوں کے ذریعے دیے جانے چاہئیں۔ لکھنے سے قبل بچوں سے بحث کرنا نئے نئے خیالات اور پہلوؤں کو تحریر میں شامل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس لیے کسی بھی تحریر سے پہلے بچوں سے بحث و مباحثہ کر لیں کہ وہ کون کون سی باتیں شامل کرنے کے لیے سوچ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ بچوں کے پاس ایک موضوع پر کہنے کے لیے بہت کچھ ہو اور باقی بچوں کے پاس کچھ نہ ہو۔ پھر بھی اس بحث سے سبھی بچوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ایک دوسرے کے خیالات سننے سے بچوں کے سوچنے کے عمل میں توسیع ہوتی ہے۔ اگر ایک بچے کے پاس کچھ خاص موضوعات پر لکھنے کے لیے کچھ نہیں ہے تو آپ اس کا یہ مطلب بالکل نہ نکالیں کہ بچے کو کچھ نہیں آتا۔ بچوں کی نہ لکھنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جیسے مضمون میں دلچسپی نہ ہونا، جھجک ہونا وغیرہ۔ بچے اکثر اپنی ترقی کے خود جج ہوتے ہیں وہ کچھ حد تک صحیح املا اور خود ساختہ املا میں فرق بھی محسوس کرنے لگتے ہیں مگر غلط ہو جانے کے خوف سے بھی وہ لکھنے سے انکار کر سکتے ہیں۔ اس لیے استاد کو جماعت میں ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے جس میں بچے غلطیاں کرنے سے ڈریں نہیں بلکہ ان میں خود اعتمادی پیدا ہو۔ اس کے علاوہ ان کو یہ بھی یقین ہو کہ استاد ان کی لکھنے کی کوشش اور انکی بات کو سمجھ رہا ہے۔ بچے اگر کسی موضوع سے زیادہ واقف نہ ہوں تو بھی انہیں لکھنے میں پریشانی آسکتی ہے کیونکہ ہر لکھنے کی شروعات۔ ایک مکالمہ

مصنف کو کسی بھی موضوع پر لکھنے کے لیے اس سے متعلق خیالات اور تجربوں کی ضرورت ہوتی ہے تبھی تحریر میں مصنف کا نقطہ نظر اور اپنی بات کو واضح پیش کر سکتا ہے۔ ساتھ ہی اپنی بات مؤثر بنا سکتا ہے۔ اگر بچے کسی موضوع پر نہیں لکھنا چاہتے اور بحث کے بعد بھی وہ خود کو اہل محسوس نہیں کر رہے ہیں تو انہیں اتنی چھوٹ ضرور ملنی چاہیے کہ وہ موضوع تبدیل کر لیں۔ خاص طور پر ابتدائی جماعتوں میں بچوں کو لکھنے کے مواقع ان کی زندگی سے وابستہ تجربات سے قریب تر ہوں۔ اس سے بچوں کو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کیا کیا لکھنا ہے اور کیسے لکھنا ہے اور انہیں اپنی بات کھل کر کہہ دینے سے ان کے اپنے نقطہ نظر کا اظہار ہوتا ہے ساتھ ہی اس سے ان کی خود اعتمادی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

بچوں میں جیسے جیسے لکھنے کی خواہش بڑھتی جائے گی ویسے ویسے مذکورہ کونے نئے مواقع اور طریقوں کی تلاش کرنی پڑے گی تاکہ یہ بامعنی عمل بنا رہے اور بچوں کی تحریر میں تین پہلوں کی شمولیت زیادہ سے زیادہ ہونے لگے۔ یہ پہلو آگے چل کر کسی بھی تحریر کی خوبی کے معیار بن جاتے ہیں اس لیے ابتدائی جماعتوں میں انہیں دھیان میں رکھتے ہوئے کاموں کے مواقع فراہم کرائے جانے چاہیے۔

تحریر کے لگاتار بڑھتے ہوئے موقعوں کے تحت ہم یہ اندازہ قدر کر سکیں گے کہ نہ صرف بچوں کی تحریر کی فہم میں توسیع ہو رہی ہے بلکہ ہر بچے کی تحریر میں بھی مثبت تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ اس سے بچوں کے ذخیرہ الفاظ تجربات اور خود ساختہ املا میں سدھار ہوگا اور ان میں خود اعتمادی بھی بڑھے گی جو ان کی تحریر میں بھی نظر آئے گا۔ مگر سب سے خاص بات یہ ہے کہ ہمیں لکھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے مواقع بھی دینے ہوں گے کیونکہ یہ سلسلہ وار عمل نہیں بلکہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں جو ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

20.1.10

نانا نانی & मुझ

क

आपकी धन्यवाद करना

चाह हों कयीकी आप ने मुझ

खिलाने ~~दिलार~~

~~दिल~~ ~~मे~~

१००

संथन,

मुझे बहुत खुशी है कि तुमने नाना-नानी को
खिलाने के लिए धन्यवाद करने के लिए अत लिखा।

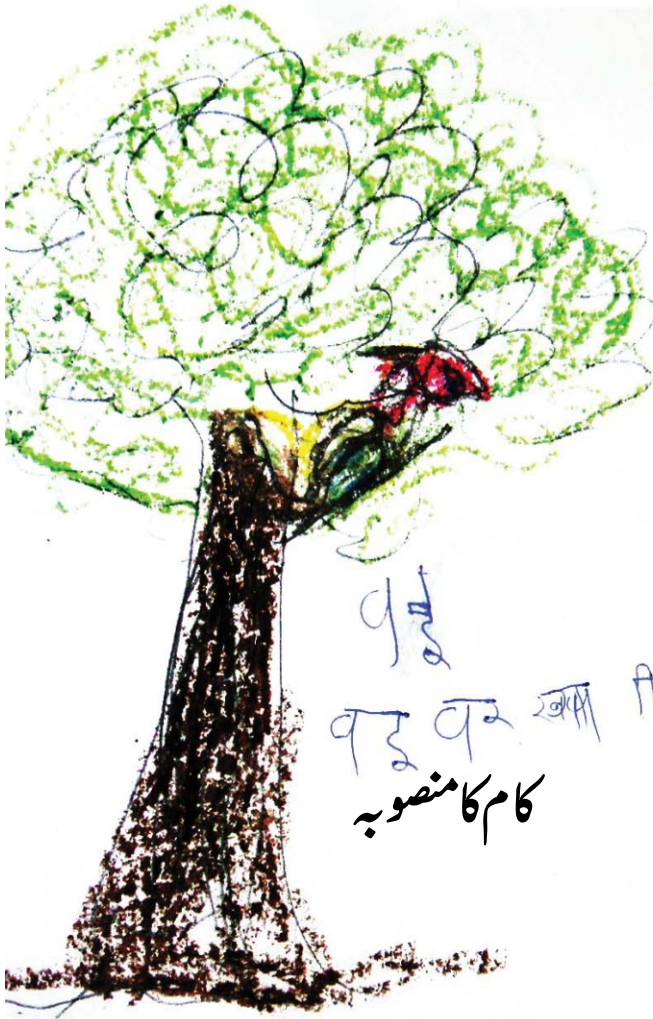
पिनीता

منتصن

لکھنے کی شروعات - ایک مکالمہ

تصویر 5

48



نیلم

وہ
وہ وہ کا گیلہری رکتی
کام کا منصوبہ

نیلم، مٹھرا پروجیکٹ و دیالیہ

وہ وہ کا گیلہری رکتی ہے۔

پہلی اور دوسری جماعت کے لیے خواندگی سے متعلق ہدف

کھنا	پڑھنا	بولنا	سننا
<ul style="list-style-type: none"> آزادانہ طور پر اپنے دل کی بات لکھنا آڑی تڑھی کیرں سے شروع کر کے تصویروں، جملوں، لفظوں کے ذریعے اپنے دل کی بات کو ظاہر کرنا اپنے تجربوں، خواہشوں، خیالات وغیرہ کو لکھ کر ظاہر کرنے کا تجسس 	<ul style="list-style-type: none"> تصویر کے سیاق کہانی نظم پڑھنا مانوس لفظوں کو اور بار بار پڑھنا تاکہ ہر آواز کے لفظوں کو پہچاننا اپنے پاس موجود تحریری مواد کو پہچاننا اور دوسرے سیاق میں بھی ان مانوس لفظوں سے تعلق قائم کرنا کہانی میں ہورہے واقعات کے تسلسل کے بارے میں منطقی اندازہ لگانا ایک با معنی سیاق میں صوتی اشاروں کو سمجھنا اور مانوس لفظوں کو بھی پڑھنے کی کوشش کرنا کہانی کے مختلف پہلو جیسے آغاز، اختتام، پلاٹ کردار وغیرہ کے بارے میں سمجھنا کہانی اور نظم کے فرق کو پہچاننا 	<ul style="list-style-type: none"> اپنے دل کی بات تجربہ معلومات میں دوسرے کو شریک کرنے کی، بائنی کی خواہش، تجسس کہانی نظم کو سننے میں لطف کا احساس اپنی بات کو خواہتمادی سے کہنا کہانی سناتے وقت کہانی کا تسلسل اور کہانی کے پلاٹ کو دھیان میں رکھنا 	<ul style="list-style-type: none"> اپنی دل چھی اور ذہنی سطح کے مطابق کہی جا رہی بات یا کہانی وغیرہ کو توجہ سے سننا اور سمجھنا

استاد کی تیاری – کام کا منصوبہ

استاد اپنی جماعت کی صورت حال، سہولتوں، بچوں اور بچے کی نفسیات اور اس کے حالات و کیفیات کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ابتدائی خواندگی کا مقصد کلاس میں پرنٹ سے مالا مال ماحول بنانا، دوسرے بچوں کو لکھنے پڑھنے کے با معنی مواقع فراہم کرنا، ساتھ ہی اس عمل کو دلچسپ اور پر لطف بنانا ہے۔ اس مقصد کے حصول میں استاد سرگرم کردار ہے وہ منصوبہ بندی کی شکل میں اپنی سابقہ تیاری کی اہمیت کو سمجھ سکتا ہے۔ کسی بھی پروگرام کو منعقد کرنے سے پہلے اس کا ایک کارآمد منصوبہ بنانا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی سردریاست میں سفر کرنے جا رہے ہیں اور آپ نے اس کی پہلے سے کوئی تیاری نہیں کی یا منصوبہ نہیں بنایا تو گرم کپڑوں کی کمی کے سبب آپ کے سفر کا جوش، ولولہ اور اس کا مزہ تو یقینی طور پر رکر کر ا ہوجائے گا۔ کوئی بھی منصوبہ تبھی کامیاب ہوتا ہے جب وہ حالات اور مقاصد کے موافق بنایا جاتا ہے۔ لہذا کام کا منصوبہ اس پورے پروگرام کا سب سے اہم حصہ ہے۔ کام کا منصوبہ وہ وسیلہ بھی ہے جس کے ذریعے استاد بچوں کے لیے پڑھنے لکھنے کے مختلف اور با معنی مواقع فراہم کرتا ہے۔ بچے کیسے پڑھنا لکھنا سیکھتے ہیں صرف اس بات کی سمجھ ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ پڑھنے لکھنے کے موقعوں اور سرگرمیوں کو جماعت میں کس طرح سے عمل میں لایا جائے؟ اس طرح بچوں کے پڑھنے لکھنے کے متعلق پیدا ہوئی فہم کام کے منصوبے کے بغیر ادھوری ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ کام کا منصوبہ بناتے وقت ہم اطمینان سے مختلف طریقہ کار کو عمل میں لانے کے متعلق اس کے عملی پہلوؤں پر غور کرتے ہیں۔ جیسے سرگرمی کا مقصد کیا ہے؟ سرگرمی کو عمل میں لانے کے لیے کیا کیا سامان مہیا کرنا ہوگا؟ سرگرمی سے متعلق بحث کس طرح ہوگی؟ سرگرمی کے لیے کتنا وقت دینا ہے وغیرہ۔ ان سبھی خاص باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے کام کا منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ یہ منصوبہ ٹائم ٹیبل سے بالکل مختلف ہے۔ ٹائم ٹیبل میں تو صرف یہ طے کیا جاتا ہے۔ کہ کس مضمون کو کتنا وقت دینا ہے اور کب دینا ہے؟ لیکن اس مقررہ وقت میں آپ کیا کرائیں گے اور اسے کیسے انجام دیں گے۔ یہ کام کے منصوبے کا حصہ ہے۔ یہ منصوبہ روزانہ کرائے جانے والی سرگرمیوں کے متعلق ہوگا نہ کہ صرف کسی خاص موقع یا عمل کا (جیسے صرف امتحان وغیرہ)۔

یہاں ابتدائی خواندگی پروگرام سے متعلق کئی موقعوں کو بیان کیا گیا ہے جنہیں دھیان میں رکھ کر اساتذہ اپنے روزانہ کے کام کا منصوبہ بنا سکتے ہیں۔ ایک مربوط منصوبہ یقینی طور پر بچوں کے پڑھنے لکھنے کے عمل کو با معنی اور دلچسپ بنانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

روزانہ کیجیے

آج کی بات	ریڈنگ کارز کے لیے وقت	کہانی/نظم سے متعلق سرگرمیاں	اپنی بات/تحریر مشترک کرنا	لکھنے کے مواقع

1- آج کی بات

بچوں سے بات چیت کے ذریعے آج کی بات، روزانہ بورڈ پر لکھیں۔ آج کی بات میں ایسی باتوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے جو روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہیں، جیسے گاؤں میں کسی کے گھر دعوت، شادی، گاؤں میں بارش ہونے پر مختلف قسم کی سرگرمیاں کام، مثلاً کھیتوں میں ہل جوتنا، بوائی کرنا، فصل کاٹنا وغیرہ۔

اب تک آج کی بات کو ہم ایک جملے میں ہی سمیٹ رہے تھے۔ پہلی جماعت کے آخر یا دوسری جماعت تک آتے آتے بچے ”آج کی بات“ سے پوری طرح متعارف ہو چکے ہیں۔ تو وقت ہے ”آج کی بات“ میں کچھ تبدیلی کرنے کا! ”آج کی بات“ کو ایک ہی جملے میں سمیٹنا ضروری نہیں ہے۔ اگر بچے اپنی بات کو تفصیل سے بتا رہے ہیں تو یہ ایک سے زیادہ جملوں میں بھی لکھی جاسکتی ہے۔

• آج کی بات کو کہانی یا نظم کے ذریعے سے آگے بڑھایا جاسکتا ہے اور یہ پڑھنے لکھنے کی ایک پر لطف سرگرمی بن سکتی ہے۔ جیسے ’ملی کی سائیکل‘ کہانی سنانے کے بعد بچے سائیکل چلانا سیکھنے کے اپنے خود کے تجربوں کو ”آج کی بات“ سرگرمی میں شامل کر سکتے ہیں۔ جیسے ’من کل سائیکل چلا رہا تھا‘۔

وہ کئی بار گرا پھر بھی اس نے سائیکل چلا ہی لی۔ اگر اس طرح کی کوئی بات ”آج کی بات“ میں آتی ہے تو یہ بحث کا ایک بہت اچھا موضوع بن سکتا ہے جہاں بچے اپنے ان تجربوں میں انہیں شریک کریں گے جن سے وہ ڈرتے ہیں یا جنہیں بتانے میں جھجھک محسوس کرتے ہیں۔ پہلی جماعت میں ایسے تجربوں کے بارے میں بحث کر سکتے ہیں اور دوسری جماعت میں انہیں لکھنے کو کہہ سکتے ہیں۔ اگر ”آج کی بات“ کی بحث سے کچھ ایسی دلچسپ باتیں نکل کر آئیں جنہیں بچوں کے ساتھ مل کر نظم میں تبدیل کیا جاسکتا ہے تو انہیں ضرور بڑھائیں۔ جیسے ”میڈم کی گھڑی کرے چم چم چم“ اور اسے آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

میڈم کی گھڑی کرے چم چم چم
 رحیم کی ڈبیا کرے ڈم ڈم ڈم
 انو کے پاؤں کریں دھم دھم دھم

• کبھی کبھی بچوں کو خود ”آج کی بات“ بورڈ پر لکھنے کا موقع دیں۔ استاد صرف وہاں مدد کریں، جہاں بچے اٹک رہے ہوں جیسے اگر بچے لکھنا چاہیں ”راہل کل جھولے سے گر گیا“ اور ”جھولے“ یا کوئی دوسرا لفظ یا حرف نہ لکھ پارے ہوں تو پہلے بچوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے دیں۔ اس کے بعد اساتذہ بچوں کو کہیں کہ جماعت میں لگے چارٹ، سامنے دکھائی دے رہی کہانی کی کتاب وغیرہ میں یہ لفظ ڈھونڈیں۔ اگر یہ لفظ حرف نہ ملے تو اساتذہ انہیں لکھ کر دیں۔ اس طرح سے مدد کرنے کے عمل سے بچے خود اپنے حل ڈھونڈنے کی طرف مائل ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی لکھائی/تحریر کی باریکیوں کی جانب بھی ان کی توجہ مرکوز ہوگی۔ ایسے مواقع دوسری جماعت کے بچوں کے ساتھ زیادہ دہرائے جاسکتے ہیں۔

2- گوشہ مطالعہ میں پڑھنے کی آزادی

پڑھنے کے سفر کی ابتدا بچوں کی دل چسپی اور ان کی ذہنی سطح کے موافق کتابیں مہیا کرانے اور انہیں پڑھنے کے مواقع فراہم کرنے سے ہوتی ہے۔ اس طریقہ کار کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کتابوں اور کئی

طرح کے مطالعاتی مواد بچوں کے پاس ہونا ضروری ہے۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے پہلی جماعت اور دوسری جماعت میں ریڈنگ کارز بنایا گیا ہے۔ یہ کتابی گوشہ کا کونہ بچوں کی اپنی جگہ ہے جہاں انہیں بیٹھنے، اپنے طور پر کتابوں کا انتخاب کرنے اور پڑھنے کی پوری آزادی ہوگی۔ یہ ”ریڈنگ کارز“ بھلے ہی ایک چھوٹی لائبریری جیسا نظر آتا ہو لیکن یہ اسکول کی لائبریری سے مختلف ہے۔

استعمال

- ریڈنگ کارز بچوں کو آزادانہ طور پر پڑھنے کے موقع فراہم کرتا ہے۔
- بچوں کا ادب اور برکھا کے علاوہ پینسل، کاغذ، چارٹ پیپر، رنگ، تصویر بنانے، رنگ بھرنے اور کچھ لکھنے کے سامان بھی رکھے جاسکتے ہیں۔
- تصویروں اور کہانیوں کی مدد سے بچوں کی بنائی ہوئی کتابوں، رسالوں اور دوسری تحریری اشیا کو کارز میں جوڑنے کا منصوبہ بنائیے۔ اس طرح سے آپ کا کارز اور بھی بھرپور اور مالا مال ہو سکتا ہے۔
- اس گوشے کو جماعت میں نصابی پروگرام سے جوڑتے ہوئے استعمال کرنے کی آزادی دیں۔ جیسے اگر آپ درسی کتاب میں سے ”سورج“، نظم پڑھا رہے ہیں تو اس نظم سے ملتی جلتی کہانی اور نظم کی کتاب کے پڑھنے کے گوشہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- اساتذہ خود بھی اس ریڈنگ کارز کے قاری بنیں اور بچوں کی بنائی ہوئی کتابیں پڑھتے وقت ان کے حصہ دار بنیں۔
- ریک (خانے) کے علاوہ گتے سے بنا باکس بھی رکھ سکتے ہیں جس کا استعمال بچے کتابیں رکھنے کے لیے کریں۔
- کتابی گوشے کے انتظام کی ذمہ داری بچوں کو دیں۔
- گوشے میں نیا پن لانے کے لیے ”پڑھنے کا گوشہ“ کو ایک نام دے سکتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً کتابوں کی نمائش کے انتظام میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

- پڑھنے کے گوشے میں بچوں کی دلچسپی سے متعلق بہت سی چیزیں رکھی جاسکتی ہیں۔ جیسے کھپتلی، مکھوٹے، مٹی کے کھلونے، کچے، کنکر، بوتل کے ڈھکن وغیرہ۔ ان سے کارنر جیتا جاگتا ہوگا اور ایسی چیزیں انھیں بات چیت کرنے، کچھ نیا بنانے اور لکھنے کے مواقع فراہم کریں گی۔

3- کہانی

کسی بھی کہانی کے ساتھ ہم بہت ساری سرگرمیاں کروا سکتے ہیں۔ کہانی کے ساتھ کرائی جا رہی سرگرمیوں کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

- کہانی سنانے سے قبل
- کہانی سناتے وقت
- کہانی سنانے کے بعد

کہانی سنانے سے قبل:

کہانی سنانے سے قبل کوئی بھی سرگرمی کرانے کا خاص مقصد یہ ہے کہ کہانی کے تئیں، بچوں کی دلچسپی قائم کی جائے اور کہانی کے پلاٹ وغیرہ سے متعارف کرایا جائے تاکہ جب بچے کتاب کھولیں تو ان میں خود اعتمادی اور پڑھنے کا تجسس پیدا ہو۔

وہ کام جو ہم کر سکتے ہیں اس طرح سے ہیں:

- (الف) کہانی سنانے سے قبل کہانی اور مصنف کا نام بورڈ پر ضرور لکھیں اور بچوں کو پڑھ کر سنائیں۔
- (ب) کہانی کے عنوان اور سرورق پر بحث کریں اور کہانی کے بارے میں اندازہ لگانے کے لیے کہیں۔ یہ کام بات چیت کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے خیالات کو بورڈ پر لکھا جاسکتا ہے۔

(ج) بچوں کے ساتھ مل کر کہانی سنانے کے مقصد کے بارے میں بات چیت کریں۔ بچوں کے ساتھ مل کر یہ بحث کریں کہ وہ کون سی کہانی سنیں گے اور کیوں؟ پہلی مرتبہ کہانی صرف مزے

کے لیے سنائیں۔ دوسری مرتبہ بچوں سے کچھ خاص باتوں پر دھیان دینے کو کہا جائے جیسے کہانی کے کرداروں کے بارے میں دھیان سے سننا، جگہ کا بیان وغیرہ۔

کہانی پڑھتے وقت

- استاد تصاویر کو دکھاتے ہوئے کہانی پڑھ کر سنا سکتے ہیں۔
- استاد بیچ بیچ میں رک کر بچوں کے ساتھ مل کر کہانی میں آگے ہونے والے واقعے کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں۔
- جب تیسری مرتبہ کہانی سنائی جا رہی ہو تو کہانی کے مختلف واقعات کو الگ الگ کاغذ پر لکھ کر بچوں کو دیے جاسکتے ہیں اور بچوں کو کہانی پڑھنے کے لیے کہا جاسکتا ہے۔ بچوں کو کہانی کے واقعات ترتیب کے مطابق پڑھنا ہوگا۔ پہلے وہ سچے پڑھے جس کے پاس کہانی پہلا واقعہ ہے۔ اس کے بعد دوسرا تیسرا وغیرہ۔ اس طرح بچے پڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ایک ساتھ گروپ میں کام کرنے کی ان کی عادت بھی پڑ جائے گی۔
- کہانی کو ایک اور مزے دار شکل دی جاسکتی ہے۔ اساتذہ بچوں سے کہیں کہ وہ آج کہانی پڑھنے میں وہ چھ غلطیاں کریں گے اور بچوں کو وہ غلطیاں پکڑنی ہیں۔ اس طرح استاد کہانی میں چھ غلطیاں سوچ لیں جو وہ کرنے والے ہیں۔ یہ کرداروں کے نام، واقعات کا تسلسل، چیزوں کے الٹ پھیر میں ہو سکتی ہے یا کچھ اور جو کہانی پڑھنے کے بعد میں کی جاسکے۔

کہانی پڑھنے کے بعد

- کہانی کو نیا عنوان دینا، کہانی سے متعلق تصویر بنانا یا لکھنا
- کہانی کی اداکاری
- دوسری جماعت میں کوئی کہانی، نظم ادھوری چھوڑ کر بچوں کے آگے بڑھانے کے لیے موقع فراہم کریں۔

- ایک ہی کہانی، پر دو یا تین دن تک بحث کی جاسکتی ہے۔ جیسے این سی ای آر ٹی کے ذریعے شائع شدہ کہانی ”گھر کی کھوج“ پڑھ کر سنائیں۔ بچوں کے ساتھ مل کر اس پاس رہنے والے پالتو جانوروں کے گھروں کے بارے میں بحث کریں اور بچوں کو سوچنے کا موقع دیں۔ اگر جانوروں کے گھر بدل دیے جائیں تو کیا ہوگا جیسے کبوتر کوے کے گھونسلے میں رہنے لگیں تو؟ چڑیا چوہے کے بل میں چلی جائے تو؟ کیا چیونٹی کے بل میں کینچوارہ پائے گا؟ اگر گائے ہماری کلاس میں آجائے تو؟
- دوسرے دن بچوں کو اپنے گھر کی تصویر بنانے کے لیے اور گھر کی چیزوں کے نام لکھنے کے لیے کہا جائے۔

- تیسرے دن جماعت میں لکھنے کے کچھ اور مواقع تلاش کیے جائیں جیسے:

___ کہانی کے کرداروں سے ایک نئی کہانی بنانا۔

___ کہانی کے کسی ایک کردار کے بارے میں تفصیل سے لکھنا۔

___ کہانی کے خاص لفظوں کے متضاد بنانا اور لکھنا۔

___ کہانی میں اگر کچھ حروف بار بار کئی لفظوں میں آ رہے ہیں تو کہانی سے منتخب کر کے ان

حروفوں کو لکھنا اور ان سے بننے والے نئے لفظوں کو ڈھونڈنا اور بنانا۔

- کسی بھی سرگرمی کو دہرایا یا بڑھایا جاسکتا ہے۔ جیسے ایکلو یہ پہلی کیشن کی کہانی ”ٹپک پاں بھڑ“ پڑھنے کے بعد بچوں کے ساتھ مل کر جماعت میں بند کر کے، اپنے پاس کی آوازیں سنیں اور محسوس کی جاسکتی ہیں۔ اس کے بعد فہرست بنائی جائے کہ کس نے کون کون سی آواز سنی؟ یہ سرگرمی کچھ دن کے بعد بدل کر دہرائی جاسکتی ہے، جیسے بچوں کو اسکول سے باہر لے جا کر بھی یہ کی جاسکتی ہے۔
- اسی طرح کسی بھی سرگرمی کو دوبارہ دہرانے میں شرم محسوس نہ کریں۔ مگر یہاں یہ دھیان ضرور رکھیں کہ سرگرمی میں دلچسپی کا عنصر قائم رہے۔

4- اپنی بات اور تحریر میں دوسروں کو شریک کرنا

روزانہ کم سے کم 15 منٹ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر جماعت میں کرائی گئی سرگرمی پر بحث کریں۔ بچوں کو

ایسا کینوس دیں جیسے وہ اپنے دل کی رنگ برنگی باتوں سے بھر سکیں۔ لکھنے کے ساتھ ساتھ روزانہ جماعت میں کچھ وقت ایسا ضرور نکالیں جہاں کچھ بچے اپنا لکھا ہوا سب کو پڑھ کر سنائیں۔ اگر روزانہ 4-5 بچوں کو موقع ملے گا تو ہفتہ میں بچوں کے پاس ایک دن ایسا ضرور ہوگا جب وہ اپنی تحریر سب کے سامنے پیش کر سکیں گے۔ جب بچے اپنا لکھا ہوا پڑھیں تو پورا دھیان ان کے خیالات اور دل کی باتوں پر دیں، تکنیکی پہلوؤں پر نہیں۔

5۔ لکھنے کے مواقع

معاون تحریر اور آزادانہ تحریر - تحریر کی دو قسمیں

بچوں کی تحریری صلاحیت کے فروغ کے لیے انہیں آزادانہ طور پر لکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے مواقع بھی دینے ہوں گے جن میں بچے استاد کی مدد سے لکھیں۔ استاد کی مدد بچے کی تحریر کو پختہ بنانے میں مددگار ثابت ہوگی۔ ایسی تحریر کو ہم معاون تحریر کہہ سکتے ہیں۔ ابتدائی سطح پر دونوں طرح کی تحریروں کے مواقع بچوں کو ملنے چاہئیں۔ معاون تحریر سے ذریعے بچوں کو کچھ نیا سیکھنے کے مواقع ملتے ہیں، خواہ استاد کی مدد سے ہو یا ہم جماعتوں کی مدد سے۔ آزادانہ تحریر سے بچوں میں لکھنے کی جو بھی فہم پیدا ہوتی ہے وہ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے دونوں طرح کے مواقع ہمارے لیے بہت مفید ہیں۔

معاون تحریر

کسی نظم یا کہانی، جس میں جملے کی تکرار ہو، اسے ڈھونڈیں اور بچوں کے سامنے اس کی کم از کم دو سطریں / مصرعے بلیک بورڈ / چارٹ پر لکھ دیں۔ ایک دو مرتبہ بچوں کے ساتھ اسے دلچسپ طریقے سے پڑھیں۔ اس کے بعد بچوں کو اسے آگے بڑھانے کے لیے کہیں۔ پہلی جماعت کے لیے اب پورا جملہ خود بورڈ / چارٹ پر لکھ دیں اور صرف وہ جگہ خالی چھوڑ دیں جہاں کردار بدل رہے ہوں اور بچوں سے اس جگہ کو سوچ کر بھرنے کے لیے کہیں۔ اس میں ہر بچہ اپنے تخیل سے کچھ بھی بھر سکتا ہے، اس کو تسلیم کریں۔ نئی نئی

جتنی سطریں/مصرعے اس طرح بنیں، ان کو نظم/کہانی میں شامل کرتے چلیں۔ استاد خود بھی ایک دو مثالیں سوچ کر آئیں۔ لیکن بچوں کو صرف ان مثالوں کو ماننے پر مجبور نہ کریں۔

مثال۔

چیوٹی او چیوٹی

کہاں گئی تھی؟

ارے، یہیں تھی پاس میں

چینی کی تلاش میں

گائے او گائے

کہاں گئی تھی؟

ارے، یہاں تھی پاس میں

گھاس کی تلاش میں

..... او

کہاں گئی تھی؟

ارے، یہیں تھی پاس میں

چوہے کی تلاش میں!

..... او

کہاں گئی تھی؟

ارے، یہیں تھی پاس میں

..... کی تلاش میں

ابتدا میں نظم/کہانی میں صرف ایک دو نئے لفظوں کے لیے خالی جگہ چھوڑیں۔ ان جملوں کو جنھیں دہرانا ہے، انھیں خالی چھوڑ دیں تاکہ بچے انھیں خود بھر سکیں۔ تبادلہ خیال کے بعد بچوں کو پوری نظم اپنی

کاپی میں لکھنے کے لیے کہیں۔ بچوں کو اس کام کے لیے مناسب وقت دیں۔ بچوں کے ساتھ کی گئی بحث کے بعد جو باتیں ابھر کر آئی ہیں، انہیں بورڈ/ چارٹ پر بھی لکھ دیں۔

آزادانہ تحریر:

”آزادانہ تحریر“ لکھنے کی وہ شکل ہے جس میں بچہ خود طے کرتا ہے کہ وہ اپنے دل کی کون سی بات کیسے ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اس تحریر میں بچے صرف تصاویر، صرف تصویروں اور جملوں یا صرف لفظوں اور جملوں کے ذریعے اپنے دل کی بات لکھنے کے لیے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن ابتدا میں اس تحریر میں بھی استاد کو بچوں کی مدد کے لیے تیار ہونا ہوگا۔ جیسے کلاس میں آزادانہ تحریر کے موقعے اور ماحول تیار کرنا۔ آہستہ آہستہ پڑھنے لکھنے کے بڑھتے موقعوں کے ساتھ ساتھ استاد پر بچوں کا انحصار کم ہوتا جائے گا۔

آزادانہ تحریر کی مثال کی شکل میں ایک سرگرمی اس قسم کی ہو سکتی ہے۔ جماعت میں خطوں کا ڈبہ رکھیں۔ خط لکھنے کے موضوع اس طرح کے ہو سکتے ہیں جیسے شکایت، پسندیدہ کام، ناپسند کام اور چیزیں، ماں باپ کے لیے، اپنی خاص خوبی بتانے کے لیے، محلے اور اسکول کی خبریں بانٹنے کے لیے وغیرہ۔ اسی طرح پیغام والے خطوں کا ایک ہفتہ برتا جائے جس میں کوئی بچہ ڈاکیہ بن کر صحیح بچہ تک ان پیغام والے خطوں کو پہنچائے۔ اگر خط براہ راست استاد کے لیے یا کسی ایسے شخص/ شے کے لیے لکھا گیا ہے جو بچوں کی رسائی سے باہر ہیں تو خود اس کا جواب لکھ دیں۔ اساتذہ چاہیں تو اس سرگرمی کو بہت ہی دلچسپ ڈھنگ سے جماعت کا ایک حصہ بنا سکتے ہیں جس میں ہر ہفتے استاد خط کا سیاق بھی بدل سکتے ہیں جیسے شکایتی خطوط (جماعت میں کسی بچے کی کتاب کا کھونا، پینے کا پانی نہ ہونا، کسی کا کھانا کھا لینا، کسی کو دھکا دینا وغیرہ) پر سنوائی کرنا۔ اس سے بچوں کے ساتھ مل کر بحث کے ذریعے جماعت کے مسئلوں کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آہستہ آہستہ بچوں کو بھی دوسروں کے تئیں اپنی سماجی ذمہ داریوں کا احساس ہونے لگے گا۔

جماعت میں ابتدائی خواندگی - کچھ مواقع

• تصاویر پر بات چیت

بچوں کی بنائی گئی تصاویر پر ان سے بات چیت کریں، جیسے ان سے کہا جائے کہ وہ تصویر بنائیں، اس پر اپنا نام بھی لکھ دیں۔ تصویر کے بارے میں کچھ لکھیں اور اب بچوں سے اس کو پڑھنے کے لیے کہا جائے۔ اس کے ساتھ آپ بھی ان کی تصویر کے بارے میں انھیں کے کاغذ پر لکھیں اور پڑھ کر انھیں سنائیں۔ یہاں تصویروں کے ذریعے بچوں کے دل کی بات کو سمجھا جاسکتا ہے جیسے ایسا کیا دلچسپ ہوا کہ بچے نے وہ بلی بنائی۔ بچہ کا اس تصویر سے کیا تعلق ہے، یہ جاننا ضروری ہے۔ بچوں کی بات کو ان کے ہی لفظوں میں تصویر کے نیچے لکھا جاسکتا ہے۔ دوسری جماعت میں بچوں کی بنائی گئی تصویروں پر ان سے تبادلہ خیال کریں اور تصویر کے بارے میں جملہ لکھنے میں مدد کریں۔

• بچوں کے تجربات کو لکھنا/تجربہ تحریر

بچوں کے ”تجربات پر مبنی تحریر“ کے کئی تناظر ہو سکتے ہیں۔ اگر جماعت میں یا اسکول کے آس پاس کوئی دلچسپ واقعہ پیش آیا ہے، جیسے کسی مینڈک کا جماعت میں آجانا، برسات کے دنوں میں پاس میں کوئی سانپ نکل آنا یا پھر جماعت میں کروائی گئی سرگرمی جیسے کچھ نیا بنوانا وغیرہ۔ یہ کچھ ایسے تجربات ہیں جن سے سبھی بچے واقف ہیں۔ بچوں کے ان تجربوں کے بارے میں جماعت میں بات کی جاسکتی ہے۔ بچوں سے کہا جائے کہ وہ پورے واقعے کو ترتیب وار بتائیں۔ جیسے جیسے بچے تجربہ بتاتے جائیں، استاد سے ایک چارٹ پر لکھتے جائیں یا کسی کیلنڈر کے پچھلے خالی حصے پر لکھیں اور جماعت میں لگائیں۔ اساتذہ بچوں کی مدد سے انگلی رکھ کر ان سبھی تجربوں کو پڑھ کر سنائیں تاکہ بچوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ ان کی بولی گئی بات کو لکھا اور پڑھا جاسکتا ہے۔ اسے ایک دلچسپ عنوان دینے کے لیے بھی بچوں کو راغب کیا جاسکتا ہے۔ بچوں کے ان تجربات کو پھر کاپی میں اتارنے کے لیے کہا جائے۔ سال کے آخر میں بچوں کے اس تجربے پر مبنی تحریروں کی ایک نمائش بھی لگائی جاسکتی ہے۔ اگلے دن پھر سے بچوں کے ذریعے

بتائے گئے تجربے کو انگلی رکھ کر پڑھیں دوسری جماعت کے آخر تک آتے آتے بچوں کے ساتھ تبادلہ خیال کے بعد ان کو اپنے تجربہ پر خود لکھنے کو کہا جائے۔
سال میں اس طرح کم از کم 10 تجربات پر مبنی تحریر کے مواقع ضرور دیے جائیں۔

● مقامی سیروسیاحت سے متعلق تحریر:

مقامی سیروسیاحت ان مقاصد کے لیے ہو سکتی ہے۔

- 1- کہانی یا نظم سے متعلق کسی خاص سرگرمی کے لیے
- 2- کچھ آس پاس کی چیزیں اکٹھی کرنے کے لیے جیسے پتے، پتھر پلاسٹک کی چیزیں وغیرہ جن کی مدد سے جماعت میں کوئی سرگرمی کرانی ہو۔
- 3- اپنے اردگرد کی چیزوں کا مشاہدہ کرنے کے لیے جیسے الگ الگ طرح کے پیڑ، پودے، پرندے، گھر، گھونسلے وغیرہ کچھ خاص جگہ، جیسے پوسٹ آفس، کھیت کھلیان، خاص تقریب یا موسم میں لوگوں کے کچھ خاص کام دیکھنے کے لیے یا کسی چیز میں ایک مدت کے بعد ہوئی تبدیلی کو دیکھنے کے لیے وغیرہ۔

بچوں کو باہر سیر کرانے کے لیے لے کر جائیں۔ انھیں راستے میں گرمی ہوئی الگ الگ طرح کی دس پتیوں کو چننے کے لیے کہیں۔ وہاں سے واپس آ کر بچوں سے اپنی اپنی پتیوں کا مشاہدہ کرنے کے لیے کہیں۔ پہلی جماعت میں انھیں یہ بھی لکھنے کو کہیں کہ انہیں اپنی پتی کس چیز کی طرح لگ رہی ہے۔ بچے اس کا نام بھی لکھیں۔ جیسے مچھلی جیسی، چڑیا جیسی وغیرہ۔ استاد بورڈ پر پورا جملہ بچوں کے لیے لکھ دیں۔ صرف اس چیز کے نام کے لیے جگہ چھوڑ دیں جس کی طرح بچوں کو اپنی پتی دکھائی دے رہی ہے۔ لکھنے میں بچوں کو ایک دوسرے کی آس پاس لگے ہوئے تحریری مواد سے بھی مدد لینے کو کہیں۔ جو بچے استاد سے مدد کے لیے آئیں، پوری اپنائیت سے ان کی مدد کریں۔ مدد کرتے وقت بچوں کی توجہ ان باتوں کی جانب مبذول کریں کہ وہ کیا جانتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ کیا نہیں کر پارہے ہیں۔ بچوں سے مباحثہ کے بعد اساتذہ ایک مثال بھی بورڈ پر لکھ دیں اور بچوں کو بھی جملہ لکھنے کے لیے کہیں، جیسے۔

میری پتی _____ جیسی لگ رہی ہے۔

دوسری جماعت کے بچوں کو پتوں کی درجہ بندی کرنے اور ان کے بارے میں لکھنے کو کہیں۔ بچوں سے یہ بھی کہا جائے کہ پہلے وہ پتوں کی درجہ بندی کی بنیاد ضرور بتائیں اس کے بعد انھیں انھیں باتوں کو لکھنے کے لیے کہا جائے۔ درجہ بندی کی بنیاد کی ضرورت پر پتوں کی بناوٹ، ناپ، رنگ روپ، پیڑوں کی قسم وغیرہ کا بیان آجائے گا اس کے ساتھ ہی ان بناوٹوں کو وہ کس طرح سے دیکھتے ہیں، انھیں وہ اپنے آس پاس کی کن چیزوں سے جوڑ رہے ہیں وہ بھی شامل ہوگا۔ لکھنے میں مدد کرنے کے لیے اساتذہ مجموعی باتوں کو خود بورڈ پر لکھ دیں اور باقی چیزوں میں بچوں کو ایک دوسرے سے یا استاد سے پوچھ کر لکھنے کی چھوٹ دیں۔ بچوں کی اپنی تحریر میں جیسے جیسے خود اعتمادی بڑھے گی، وہ زیادہ سے زیادہ آزادانہ طور پر لکھے لگیں گے۔

سال میں کم از کم تین مقامی سیر و سیاحت کے مواقع ضرور فراہم کریں۔

• لکھنے سے قبل بچوں کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تین خاص

باتوں پر خاص توجہ دیں۔

_____ بچوں کے پاس لکھنے کا ایک با معنی مقصد ہونا چاہیے۔

_____ بچوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی تحریر کا قاری کون ہوگا؟

_____ بچوں سے لکھنے کے موضوع پر بات چیت کرنی چاہیے تاکہ ان کے پاس لکھنے کے لیے کئی

خیالات اکھٹا ہو جائیں۔

تخلیق کے مختلف قارئین

بچوں سے کوئی بھی تحریریں سرگرمی کروانے کے سے پہلے اس بات پر گفتگو ضرور کر لیں کہ ان کے لکھنے کا مقصد کیا ہے اور ان کے کی تحریر کا قاری کون ہے۔ خاص طور پر بچوں کی لکھی ہوئی باتوں کو استاد ہی پڑھتے ہیں لیکن اس لکھنے کو مکالمہ اور مراسلہ کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ لکھنے کا مقصد طے

کرتے ہوئے الگ الگ قارئین کے لیے لکھا جائے جیسے جماعت کے دوسرے بچے، اسکول یا گھر کے دوست، والدین، پڑوسی۔ یہاں تک کہ لہجے میں آنے والا کتا، اسکول کا پرانا درخت وغیرہ بھی کسی تحریر کے قاری ہو سکتے ہیں۔ بچے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایک ایسا خط لکھ سکتے ہیں جس میں وہ ساری باتیں لکھی ہوں گی جو وہ ان سے کہنا چاہتے ہیں۔ یہ بچوں کے لیے ایک با معنی مکالمہ ہوگا اور اس سے بچوں میں یہ فہم پیدا ہوگی کہ الگ الگ قاری کے لیے لکھنے کا طریقہ الگ ہوگا۔ جب بچے آگے چل کر رسمی اور نجی خط وغیرہ لکھیں گے تو لکھنے کے طریقوں کے فرق کو خود بخود سمجھ جائیں گے۔

• کھانے پینے کی چیزوں کو بنانے کا طریقہ

کھانے پینے کی چیزوں سے ہر کسی کا تعلق ہوتا ہے اس لیے بچوں کے پڑھنے لکھنے کے مواقع میں یہ ایک ایسا دلچسپ موضوع ہے جس میں بچے اور بڑے دونوں کو مزہ آتا ہے۔ جب ہم جماعت میں کھانے پینے کی چیزوں کو بنانے کے طریقے کی بات کر رہے ہیں تو ہمارا مقصد نئے نئے پکوان وغیرہ ڈھونڈنا نہیں بلکہ لکھنے پڑھنے کے دل چسپ موقع فراہم کرنا ہے۔ اس لیے ایسی چیزیں منتخب کی جائیں جو بچے روز کھاتے پیتے ہوں اور بنانے کا طریقہ بھی آسان ہو جیسے لیموں پانی، شربت، بھیل پوری، روٹی، چاٹ وغیرہ۔ ایسی چیزیں بھی منتخب کی جاسکتی ہیں جنہیں جماعت میں بنانا ممکن ہو اور گیس کے چولھے کی ضرورت نہ ہو۔ سبھی بچے اپنے گھر سے تھوڑا تھوڑا سامان لائیں۔ کلاس میں بنائیں اور چکھیں۔ اس عمل سے گزرنے کے بعد، استاد بچوں کی مدد سے بنانے کے طریقہ کو بورڈ یا چارٹ پر لکھیں اور انگلی رکھ کر اسے پڑھیں۔ اس کے بعد بچوں کو یہ طریقہ اپنی کاپی میں لکھنے کے لیے کہا جاسکتا ہے۔

دوسری جماعت کے بچوں سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں بننے والی چیزوں کا مشاہدہ کریں جیسے دال، روٹی، چائے پکوان وغیرہ۔ اگلے دن جماعت میں ان چیزوں کے بنانے کے طریقے پر بحث کرتے ہوئے، اس کو لکھنے کے لیے کہا جاسکتا ہے۔ پکانے کی ترکیب کے لکھنے کا عمل دوسری چیزوں کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے جیسے کاغذ کی ناؤ بنانا، چڑیا بنانا، مٹی سے کھلونے بنانا وغیرہ۔

● تصاویر کا بیان:

بچوں کی دلچسپی کے مطابق اخبار یا میگزین میں سے کچھ تصویریں کاٹ کر جماعت میں دکھائی جاسکتی ہیں اور ان پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔ تصویر دیدہ زیب ہو اور اس کے بارے میں بات چیت کرنے کے بھرپور امکان ہوں۔

تصویروں کو منتخب کرتے وقت ان نکات پر توجہ دینا ضروری ہے:

— دلچسپی

— وضاحت

— بچوں کے گرد و پیش سے تعلق

— کسی بھی طرح کے تشدد سے آزاد

اگر کوئی ایسی تصویر جس کا بچوں کے گرد و پیش کے ماحول سے تعلق نہیں ہے تو اس تصویر کے بارے میں پہلے ہی بچوں کے ساتھ بات چیت کریں۔ مثال کے طور پر تصویر اگر دلی کی میٹرویل سے متعلق ہے، اسے دکھاتے وقت بچوں کو اس کے بارے میں تفصیل سے بتایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی مقامی آمد و رفت کے ذرائع سے متعلق بھی بحث کی جاسکتی ہے۔

بچوں کے ساتھ بیٹھ کر تصویر پر گفتگو کریں اور ان کے بیان کو بورڈ / چارٹ پر لکھیں اور ان کے ساتھ مل کر پڑھیں۔ مقامی / علاقائی تہواروں سے، مقامی واقعے وغیرہ سے متعلق تصویر وغیرہ تحریر کے موضوعات ہو سکتے ہیں۔

تصاویر پر گفتگو کرنا

تخلیقیت اور تجزیہ کی حوصلہ افزائی کرنے والی بات چیت تصویروں کے ذریعے اچھی طرح کی جاسکتی ہے۔ تصویریں پھول، پتی، جانور، پرندے، اسکول، بچے اور واقعات پر مبنی ہو سکتی ہیں۔ اخباروں اور میگزینوں کے اشتہارات خبروں کے ساتھ چھپی تصویر، کیلنڈروں، ڈاک ٹکٹوں، لیبلوں اور پوسٹروں پر چھپی تصاویر، یہ سبھی

کام میں لائی جاسکتی ہیں۔ اس طرح تصویروں کے ذرائع بہت وسیع ہیں اور کسی چھوٹے گاؤں میں بھی انھیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ استاد سال بہ سال استعمال کے لیے تصویروں کا ایک مجموعہ تیار کر سکتے ہیں۔

بچوں کے درمیان بیٹھ کر بغیر کسی تیاری کے، بالکل غیر رسمی طریقے سے کسی تصویر کے بارے میں بات چیت کرنا بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر ہم مشاہدہ کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ہوشیار ہو جائیں تو بچوں کی زبان کے فروغ کی نظریہ سے ہم ایسی بات چیت کو زیادہ فائدہ مند بنا سکتے ہیں۔ استاد کا ہر سوال بچوں کے ردعمل کو خاص انداز سے متاثر کرتا ہے۔ سوالوں کے ذریعے بچوں کی نظر اور ردعمل کو بڑھاوا دینے کی صلاحیت کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ ردعمل کی سطح جن کی طرف بچوں کی توجہ ہم سوالوں کی مدد سے موڑ سکتے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

● ڈھونڈنا (تلاش کرنا) — اس سطح پر ہم بچوں سے صرف اتنا بتائیں کہ تصویروں میں دکھائی گئی چیزوں کو تلاش کریں۔ ہم اس طرح کے سوال پوچھ سکتے ہیں ”اس تصویر میں کیا ہے؟“ کیا تصویر میں ایک چوہا ہے؟“ ”سائیکل پر کون بیٹھا ہے؟“ ”لڑکا کتنا بڑا ہے؟“ وغیرہ۔

● دلیل دینا — ردعمل کے اس سطح کا تعلق وجہ بتانے کی صلاحیت سے ہے۔ تصویر میں دکھائی گئی کسی بات کی بچہ جو بھی وجہ بتائے، اسے استاد کو قبول کرنا چاہیے۔ استاد خود بھی وجہ بتا سکتا ہے لیکن صرف ایک ممکنہ جواب کے طور پر، آخری جواب کے طور پر نہیں۔ سوالوں کی مثال ”نھئی لڑکی کیوں رو رہی ہے؟“ ”موٹر سائیکل کا پچھلا حصہ ہمیں دکھائی کیوں نہیں دے رہا؟“ ”چوہا کیوں چھپا ہے؟“

● تصوراتی مفروضہ — اس سطح پر ہم بچے سے خود کو تصویر میں قیاس کرنے کو کہتے ہیں۔ لہذا اس سطح پر سوال پوچھنے کا مقصد بچے کو ایک تصوراتی حالت میں خود کو رکھنے، کون کیا کہے گا — یہ تصور کرنے اور انھیں کیسا لگے گا — یہ سوچنے کے لیے راغب کرنا ہے۔ سوالوں کی مثال ”اگر تم اس پیڑ پر بیٹھے ہوتے تو تمہیں کیسا/کیا دکھائی دیتا؟“ ”چوہا کیسا سوچ رہا ہوگا؟“ وغیرہ —

● پیش گوئی — اس سطح کا تعلق تصویر میں دکھائی گئی صورت حال کے بعد کے واقعات کا اندازہ کرنے سے ہے۔ بچوں کو یہ سوچنے کے لیے راغب کرنا ہے کہ اب آگے کیا ہوگا؟ سوالوں کی مثال ”یہ آدمی اب کہاں جائے گا؟“ ”نھئی لڑکی گھر پر کیا کرے گی؟“ ”وہ گھر کیسے پہنچے گی؟“ وغیرہ —

- تعلق قائم کرنا - اب ہم ایسے سوال پوچھیں گے جو بچوں کو تصویر میں دکھائی گئی حالت سے ملتی جلتی کوئی چیز اپنی زندگی میں ڈھونڈنے کے لیے راغب کریں۔ سوالوں کی مثالی ”تم کبھی موٹر سائیکل پر بیٹھے ہو؟“ ”بیٹھ کر کیسا لگتا ہے۔“ ”کیا تم کبھی کسی اجنبی کے ساتھ رہے ہو؟“ ”اس دن پھر کیا ہوا؟“ وغیرہ -

اب ہم ابتدائی خواندگی پروگرام کی بات کریں تو ہمارا نصب العین ہے - لکھنے کے ساتھ ساتھ بچوں میں پڑھنے کی صلاحیتیں بڑھانا اس کے لیے -

- سب سے پہلے درسی کتاب کو معاون اشیا سے جوڑنا ہوگا۔
- معاون اشیا بچوں کا ادب، بچوں کے میگزین، مقامی کہانیاں وغیرہ ہو سکتی ہیں۔
- سبق کو سمجھنے کے لیے جماعت میں اسے صرف پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے۔
- سبق کو وسعت دیں، جیسے کہ اس میں کہانی کے خلاصے پر بچوں کو اپنے تجربات بیان کرنے کے مواقع فراہم کریں۔ اپنے تجربات بھی بچوں سے بانٹیں۔
- نظموں کو ایسے پڑھیں کہ بچے اس کے آہنگ سے لطف اندوز ہوں۔ یاد رکھنے اور معلم کے پیچھے دہرانے کے عمل پر زور نہ ڈالیں۔
- سمجھ کر پڑھنے کے لیے تصویروں کا سہارا لینے کی عادت بچوں میں ڈالیں۔
- جہاں سبق میں تصویروں کی کمی ہو تو خود بنائیں۔
- اسباق کو سلسلے وار پڑھانا بھی ضروری سمجھیں۔ جیسے ”باغ“، ”سیر سپاٹا“ اسباق کو ایک ساتھ لیا جاسکتا ہے۔ ان اسباق کے ساتھ کہانیاں، تجربے وغیرہ بھی جوڑیں۔
- ایک سبق کو پڑھنے میں سات سے دس دن تک کا وقت لگایا جاسکتا ہے۔
- بلیک بورڈ کا استعمال زیادہ سے زیادہ کریں۔
- بچوں کی کبھی گئی باتوں کو زیادہ سے زیادہ لکھیں۔

پہلے کی تیاری

- اس منصوبہ کے مطابق اپنی تیاری ضرور کر کے آئیں جیسے جو سبق یا کہانی جماعت میں اگلے دن آپ کے منصوبہ کا حصہ ہے اس کو خود پڑھیں۔ اس کی خاص خصوصیات پر غور کریں اور پڑھنے لکھنے کی سرگرمی کو طے کریں۔
- آپ جماعت میں کن کن مقاصد کے لیے کتاب کا استعمال کر سکتے ہیں اس بارے میں سوچیں جیسے اندازہ لگانے کے لیے، لکھنے کی سرگرمی سے جوڑنے کے لیے، اس موضوع سے متعلق کچھ اور پڑھنے کے لیے وغیرہ۔
- روزانہ دو تین کہانیاں / نظمیں ضرور پڑھیں تاکہ آپ خود ان سے جڑ سکیں اور ان کے مختلف پہلوؤں کو سمجھ سکیں۔
- نظم / کہانی سنانے سے پہلے اس کو خود کئی مرتبہ پڑھیں تاکہ آپ اس سے اچھی طرح واقف ہو سکیں، ورنہ آپ کا دھیان اس کو سنانے میں کم اور خود کے لیے پڑھنے میں زیادہ رہے گا۔
- کہانی میں ایسے حصوں، جملوں کا انتخاب کیجیے جن کا استعمال آپ بچوں سے اندازہ لگوانے کے لیے، ان کے تجربوں سے جڑی باتیں کرنے کے لیے کر سکتے ہیں۔ ایسے بھی سوال ضرور پوچھیں جن کا کوئی قطعی جواب نہ ہو۔ بات چیت کے لیے نکات یا سوال پہلے سے ہی تیار ہوں۔
- کتاب کی تصویروں کو غور سے دیکھیے تاکہ کہانی سناتے وقت بچوں کا دھیان اس جانب کھینچ سکیں۔
- اگر عملی منصوبہ میں کوئی خاص سرگرمی جیسے مقامی سیر و سیاحت، کسی متعلق شخص کو جماعت میں مدعو کرنا یا تصویر کا بیان وغیرہ شامل کیا گیا ہے تو اس کے لیے خاص تیاری کر لیں۔ مثال کے طور پر تصویر پہلے سے ڈھونڈ کر رکھنا اور اس پر بات چیت کے نکات تیار کرنا، متعلقہ شخص سے ملاقات کے لیے پہلے ہی ان سے مقصد کے بارے میں گفتگو کر کے وقت اور اشیا کو دھیان میں رکھتے ہوئے بات چیت کا دائرہ طے کرنا، مقامی سیر و سیاحت کے لیے جگہ کی پہلے سے مشاہدہ کرنا، پرنسپل سے اجازت لینا اور ساتھ لے جانے کے لیے لکھنے کا سامان، پینے کا پانی وغیرہ کا انتظام کرنا۔

نوٹ

- استاد کو صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا۔ شروع میں بچوں کی پیش رفت واضح طور پر بھلے ہی دکھائی نہ دے لیکن اس کی بازگشت کچھ عرصہ کے بعد ضرور سنائی دے گی۔
- کرائی گئی سرگرمی کے مطابق جماعت میں تحریری مواد کی تبدیلی ضروری ہے۔
- تبدیل کی گئی اشیا کو سنبھال کر رکھنے کے لیے ایک تھیلا بنالیں یا اسے منظم ڈھنگ سے رکھنے کے لیے کوئی انتظام ضرور کریں اور مستقبل میں ان کے صحیح استعمال کو یقینی بنائیں۔
- اگر جماعت میں مختلف صلاحیت والے بچے بھی ہیں تو اس کا تذکرہ بڑے افسران سے ضرور کریں تاکہ ان بچوں کے لیے ضروری اشیا فراہم کی جاسکیں اور تدریس کے عمل میں ان کے ساتھ پورا انصاف کیا جاسکے۔
- بچوں کی دلچسپی یا صورتحال کو دیکھتے ہوئے جماعت کے منصوبہ کو چکدار بنایا جاسکتا ہے۔

تجربات کے دائرے میں

قدرت نے ہر انسان کو خاص بنایا ہے اور اسے کچھ ایسی خوبیاں عطا کی ہیں جو صرف اسی کا خاصہ ہیں۔ ان خوبیوں کی وجہ سے فطرت، سماج اور زندگی وغیرہ کو دیکھنے اور سمجھنے کا ہر شخص کا نظریہ مختلف ہوتا ہے اور ان سب سے اس کے دل میں کچھ الگ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر شخص کا تجربہ بھی کچھ خاص ہوتا ہے۔ ایک انسان کے تجربے کی ان خصوصیات سے دوسرے بھی مستفیض ہوتے ہیں۔

ان مختلف تجربے کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص مختلف ملک، زمانہ اور حالتوں میں زندگی گزارتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تجربے کو مختلف شکلیں ملتی ہیں)

ایک ہی استاد کی باتوں کا جماعت کے بچوں پر الگ الگ اثر ہوتا ہے اور ایک ہی جماعت کے بچوں کے بارے میں مختلف اساتذہ کی سوچ بھی مختلف ہوتی ہے۔

ہینڈ بک کے اس حصے میں اساتذہ اور بچوں کی انہیں خصوصیات کو ابھارنے اور ان کے تجربوں سے دوسروں کو مستفیض کرنے اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کو اپنے تجربات لکھنے کے لیے راغب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کے تحت کثیر سطحی تدریس کے باب میں اسکول چلانے والے واحد استاد کے چیلنج، ناموافق صورتحال اور ایسے حالات سے پیدا شدہ اس کے تجربے کو حیثیت دی گئی ہے، جو مخالف حالات میں کچھ نیا خلق کرنے کا موقع دیتے ہیں اور گر آپ میں کچھ کر دکھانے کا جذبہ ہو تو آپ اپنے ڈھنگ کی ایک مثال قائم کر سکتے ہیں۔

اس حصے کے دوسرے سبھی اسباق (جو جھ، ننھارا جلمار، میرا بچپن، میری لائبریری) میں جو ایک بات شامل ہے وہ یہ ہے کہ سب نے حالات سے جدوجہد کی، ہار نہیں مانی اور اپنی شرطوں پر پورے دل سے وہ کیا جو وہ کرنا چاہتے تھے۔

پہلی اور دوسری جماعت کے تناظر میں بات کریں تو یہی وہ وقت ہوتا ہے جب بچوں کی خصوصیات کو

ابھار سکتے ہیں اور انھیں کچھ کرنے کے لیے راغب کر سکتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک ڈھڑے یا مخصوص سانچے میں باندھ کر چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ نظم و ضبط، اصول، بگڑ جانے کے خوف کی وجہ سے بچوں کے معاملے میں یہ سانچے کچھ زیادہ ہی سخت ہو جاتے ہیں۔ مٹھرا کے تجربے بھی یہ بتاتے ہیں کہ اگر بچوں کو موقع ملے تو وہ بہت کچھ خلق کر سکتے ہیں۔ ذرا سوچے کہ اگر ہر بچہ اپنے تجربے لکھ دے، اسکول اور گھر کے لوگوں سے متعلق اپنے خیالات کو لکھ دے تو پڑھنا پڑھانا کتنا سہل ہو جائے گا۔ یہ محض خیالی گھوڑا نہیں ہے، بس تھوڑی سی کوشش کی جائے تو یہ سب ہو سکتا ہے۔ پہلے جن اسباق کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف بڑوں کی نظر سے بچوں کو دیکھنا انھیں ادھورا دیکھنا ہوتا ہے۔ چاہے وہ ننھارا جگمار کا اجگر کے پیٹ میں خرگوش کا ہونا ہو یا جو جھ کے مصنف کی جدوجہد ہو۔

ہینڈ بک کے اس حصے میں استاد اور بچوں کو تخلیقی ہونے، اپنی نظر سے دنیا دیکھنے، نظم و ضبط کی خلاف ورزی کے بغیر نئے نئے تجربے کرنے اور ایک دوسرے سے اپنے تجربات کو بانٹ کر اسے دلیل اور مساوات کی کسوٹی پر پرکھنے کی بات کئی گئی ہے۔

کثیر سطحی تدریس - حالات سے پیدا شدہ ایک تجربہ

پچھلے تقریباً سات برسوں میں میرا اسکول واحد استاد والا اسکول رہا ہے۔ پہلی سے پانچویں جماعت تک اور نچے 100 سے 150 کے درمیان! سبھی تدریسی کاموں کو انجام دیتے ہوئے میں کچھ وقت ان کلاسوں کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بھی نکال سکا۔ اس لیے یہ تجربہ ایک انتظامیہ کی دین ہے، میری تدریس کی وکالت نہیں۔

ایک منظر

تین کمروں میں پانچ جماعتیں بیٹھتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ابتدا میں ہر جماعت کی الگ الگ لائینیں ہوتی ہیں، لیکن ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے دونوں جماعتوں کے بچے ایک ساتھ ہی کام کرتے تھے۔ جیسے دوسری جماعت کے بچے اگر گنتی لکھتے تو پہلی جماعت کے بچے بھی گنتی لکھنے لگ جاتے۔ چوتھی جماعت کے بچے اگر کتاب پڑھتے تو تیسری جماعت کے بچے بھی اپنی کتاب کھول کر پڑھتے یا پڑھنے کی اداکاری کرتے۔

کھیلنے وقت یہ بچے نہ تو جماعت کا بندھن تسلیم کرتے ہیں اور نہ عمر کا جو بڑے بچے کر سکتے ہیں۔ ان چیلنجز سے چھوٹے بچے بھی نبرد آزما ہوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ بات جماعت میں بھی دکھائی دینے لگی۔ ایک کمرے میں بیٹھی دونوں جماعتوں کے بچے آپس میں مل کر بیٹھنے لگے۔ میں نے انہیں اس طرح مل جل کر بیٹھنے سے روکا نہیں۔ میں نے ایک سیشن میں بار بار ان کمروں کی کلاسوں میں تبدیلی کی۔ کچھ عرصہ پہلی اور تیسری جماعت کے بچے ایک ساتھ بیٹھتے تو کچھ عرصہ کے بعد تیسری اور پانچویں جماعت کے بچے۔ یعنی ایک سیشن میں ہر جماعت دوسری سبھی جماعتوں کے ساتھ کچھ عرصے کے لیے ضرور بیٹھ چکی ہوتی۔

سیکھنے کی ترغیب اور باہمی تدریس

مجھے ان برسوں میں یہ تجربہ ہوا کہ بچے جو کچھ بھی سیکھ رہے ہیں وہ ان کی آپس کی گفتگو، ان کی خود کی کچھ

جاننے اور کرنے کی خواہش کی وجہ سے ہے اور اس عمل کی ترغیب وہ بچے دیتے ہیں جو کچھ زیادہ سیکھے ہوئے ہیں۔ چوتھی جماعت کے بچے کو کتاب پڑھتے ہوئے دیکھ کر دوسری جماعت کے بچے کی کتاب پڑھنے کی اداکاری کرنے سے اسے اتنی ہی خوشی ملتی ہے جتنی کتاب پڑھنے والے کو۔ اگر اس طرح کی ترغیب نہ ملے تو مجھے لگتا ہے کہ پڑھنا سیکھنا یا کچھ بھی سیکھنا سکھانا مشکل ہے۔ میں نے بھی اس ترغیب اور خواہش کو بنائے رکھنے کے لیے سیکھنے کا ماحول اور صورت حال پیدا کرنے کی ایک کوشش کی۔

1 - کنٹرول میں نرمی اور انتظام

اساتذہ کے اقتدار اور کنٹرول کو بہت کم کرنا - سبھی سرکاری کاموں کو کرتے ہوئے ان بچوں کو کنٹرول کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ بچوں کو آزادی دینا میری پہلی مجبوری تھی۔ مگر یہ بھی ضروری تھا کہ اس آزادی میں Anarchy پیدا نہ ہو۔ کچھ عرصے کے مشاہدہ کے بعد مجھے یہ لگا کہ بچوں کو کیا کام دینا ہے، یہ پہلے سے طے ہونا چاہیے۔ اب میں ہر دن یہ طے کرتا کہ بچوں سے کیا کروانا ہے اور پھر انہیں کام دیتا۔ یہ کام چھوٹے چھوٹے گروپوں میں سرگرمیاں کرانا، سیکھے ہوئے بچوں سے مدد لینا، بڑے بچوں سے نگرانی کرانا وغیرہ کی شکل میں ہوتے تھے۔ اس طرح کے کئی کئی متبادل سامنے آئے لیکن بچے اپنی بہت ساری پریشانیوں اور شکایتوں کو لے کر میرے پاس آجاتے۔ اس کام کو صحیح طریقے سے کرانے کے لیے بھی میری موجودگی کمرے میں ضروری ہو جاتی تھی۔ بچوں کے استاد پر انحصار کو کم کرنے کے بارے میں مجھے پھر سے سوچنا پڑا۔

میں سمجھتا تھا کہ بچوں کو سب کچھ صحیح سیکھنا چاہیے، اس لیے یہ فطری تھا کہ اس کی ذمہ داری بھی مجھ پر تھی کہ وہ صحیح سیکھیں۔ صحیح سکھانے کی اس غلط سمجھ کی وجہ سے میری فعالیت، کنٹرول، اور حق جتانے کا جذبہ جماعت میں بڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے اس سمجھ کو منتقل کرنے کے لیے سوچا۔ جب میں سیکھے سکھانے کی پوری ذمہ داری بچوں کو ہی سونپ رہا تھا تو ظاہر تھا کہ میرے اختیارات بھی بچوں کو دیے جانے چاہیے تھے۔

سب سے پہلے میں نے بچوں کو اسکول کے انتظام کا حق دیا۔ اسکول کی اسمبلی، بیٹھنے کا بند و ست، صفائی، چھٹی اور گھنٹی بجانا یہ سب بچوں کی اجتماعی جواب دہی کے ساتھ طے ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے آپسی جھگڑے حل کرنے کی ذمہ داری جماعت کی تھی۔ اس کے لیے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں، ابتدائی کچھ دن میں نے بچوں کے ساتھ مل کر ایسے معاملے سلجھائے تھے جس میں غلطی کس کی ہے، یہ تلاش کرنا اور پھر اجتماعی رائے سے ان کا نیا راز کرنا شامل تھا۔

2- درسی کتابوں کو سمجھنا

دوسری اہم بات جو میرے ذہن میں آئی وہ درسی کتابوں کو بچوں کے سمجھنے کے لحاظ سے کارآمد بنانا۔ اگر بچے کتاب کی باتوں کو پڑھ کر خود سمجھنے لگیں تو استاد کا بوجھ کم ہو سکتا ہے۔ بچے کافی لمبے عرصے تک لکھی ہوئی زبان اور بولنے والی زبان کو علاحدہ علاحدہ سمجھتے ہیں۔ انھیں یہ یقین ہی نہیں ہوتا کہ جو بولا جاتا ہے وہی لکھا بھی جاتا ہے اور اس بے یقینی کو قائم کرنے کا کام بھی شاید درسی کتابیں ہی کرتی ہیں، کیونکہ پڑھنا سیکھنے کے دوران جس لکھی ہوئی زبان سے ان کا سامنا ہوتا ہے، اس میں ان کی بول چال کی زبان کے حصے کافی کم ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی زبان سکھانے کا جو طریقہ رائج ہے اس میں بچوں کی رائے، سمجھ اور دلیل کا کہیں استعمال نہیں ہوتا۔

میں نے سوچا کیوں نہ بچے با معنی سیاق سے جڑ کر پڑھنا سیکھیں۔ وہ اپنی بات کا اظہار لکھ کر کر سکیں اور لکھی ہوئی بات کو اپنی بات سمجھ سکیں۔

اس کے لیے میری پہلی کوشش تو یہ تھی کہ میں نے حروف تہجی کے رٹنے کے عمل کو بڑھاوا نہیں دیا۔ اس کی جگہ چھوٹی چھوٹی نظموں کو کارڈ شیٹ پر لکھ کر جماعت میں لٹکا دیا گیا۔ ان نظموں کو بچوں کے ساتھ میں نے بار بار پڑھا۔ ان کی لے اور جذبات کو سراہنے سے آہستہ آہستہ بچوں میں ان نظموں کے مصرعوں اور لفظوں کو پہچاننے جیسی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ کسی لفظ کی پہچان ہونے کے بعد اس کے پہلے یا بعد میں کون سا لفظ آیا ہے۔ اسے پہچاننا سیکھا گیا۔ جیسے اگر بورڈ پر لکھا۔ ”چپکے چپکے آتی نیند، آنکھوں میں بس

جاتی نیند“ کو ایک دو مرتبہ میں نے پڑھ کر بتا دیا، پھر مصرعوں کی پہچان پر بچوں سے بات چیت کی۔ بتائیے ”آنکھوں میں بس جاتی نیند“ والی لائن کون سی ہے۔ اسی طرح ”چپکے چپکے آتی نیند“ والی لائن۔ اس کے بعد پھر ہم نے لفظوں کی پہچان کی۔ اس میں نیند چون کہ آخری لفظ ہے اس لیے اس کو پہچاننا مشکل نہیں ہوتا۔ فطری دلیل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں لائیں ”نیند“ پر ختم ہو رہی ہیں، اس لیے آخری لفظ ”نیند“ ہے۔ اسی طرح ”نیند“ سے پہلے کون سا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اس کے لیے تو بچہ اس لفظ پر انگلی رکھے جو ”نیند“ سے پہلے لکھا ہوا ہے اور پھر سوچ کر بتائے کہ وہ کون سا لفظ ہے۔ بچے دل میں یہ لائن دہراتے اور اس لفظ کی پہچان کرتے۔

اسی طرح کئی دوسرے سیاق اور نظم کو لے کر ان کی لائنوں کے لفظوں کو الگ کارڈ پر لکھ کر ملانے، پہچاننے کی سرگرمیاں تیار کی گئیں جس میں لفظوں کی تک بندی کر کے، کسی حرف خاص سے شروع ہونے والے لفظوں کو اکٹھا کر کے، لفظوں کی آوازوں کو توڑ کر پڑھنا سیکھنے سکھانے کی شروعات ہوئی۔

اس پورے کام میں اہم یہ تھا کہ بچوں کی خود کی سمجھ کا اس طرح پڑھنے میں پورا استعمال ہو رہا تھا۔ جیسے سوچنا، طے کرنا، کسی نتیجے پر پہنچنا وغیرہ۔ اس طرح سے پڑھنا سیکھنے کے عمل میں بچوں کا جوش دیکھنے کے لائق تھا۔

میری اگلی کوشش ان بچوں کے ساتھ تھی جو پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے یا پڑھ تو لیتے تھے، لیکن پڑھی ہوئی چیز سے مطلب نہیں نکال سکتے تھے۔ مجھے لگا کہ ایسے بچے اگر ان باتوں کو تحریری شکل میں ظاہر کریں جو وہ دوستوں اور ماں باپ سے کرتے ہیں تو اس کا استعمال کرتے ہوئے لکھنے اور بولنے کی زبان کا آپسی تعلق بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے میں نے فطری سیاق سوچے، جہاں بچوں کو اپنی بات لکھ کر ظاہر کرنی پڑے۔

1- ’ڈیلی ڈائری‘ - تیسری جماعت سے پانچویں جماعت تک ہر بچے کو اپنے روزمرہ کے کاموں کی ایک ڈائری لکھنی ہوتی تھی۔ اسکول میں انھوں نے کیا کیا کام کیے، اسکول سے گھر جانے کے بعد اور پھر اسکول آنے کے دوران انھوں نے جو کچھ بھی دیکھا یا کام کیا۔ وہ ڈائری

میں لکھ کر لاتے۔ کچھ دنوں بعد ڈائری میں کام کے علاوہ آس پاس کی خبروں کو بھی شامل کیا جانے لگا، جیسے کہ اس دن محلے میں کیا ہوا، کس کے یہاں مہمان آئے، کس کا جھگڑا ہوا وغیرہ وغیرہ۔ شروع کی ڈائریاں دیکھیں تو وہ ادھورے جملوں، نقطوں اور زیر و زبر کی غلطیوں کے ساتھ اور ایک جیسے جملے میں لکھی گئی تھیں، جیسے کہ میں کھیت گیا، میں ندی گیا، میں روٹی کھایا، وغیرہ۔ کچھ ڈائریوں میں جو کچھ لکھا ہوا تھا اس کو پڑھنا مشکل تھا لیکن صفحہ بھرا ہوا تھا۔ کچھ ڈائریوں میں کچھ لفظ پڑھنے میں آتے تھے، تو ایک اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ کیا کہنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ان ڈائریوں کو دیکھنے کے بعد میں نے بچوں سے کہا کہ اب انہیں اپنی ڈائریوں کو پڑھ کر بھی سنانا ہوگا۔ ڈائری پڑھوانے سے مجھے دو تین باتیں سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ جن بچوں کی ڈائری پڑھنے میں نہیں آرہی تھی، وہ بھی اسے دوسرے پڑھنے والے بچوں کی طرح پڑھ رہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ زیر و زبر کی غلطی والے لفظ کچھ بچے تو صحیح پڑھتے، کچھ غلطی کو پہلے جوں کا توں پڑھتے پھر ان کی اصلاح کرتے تھے۔ اور اس کے بعد صحیح پڑھتے۔ جیسے ”میں نے آگار سلگایا“ کو پہلے اسی طرح سے پڑھا۔ اس کے فوراً بعد میں نے انکار سلگایا پڑھا۔

تیسری بات جو میں نے محسوس کی کہ بچے اپنی لکھی ہوئی بات کو پڑھتے وقت عجیب و غریب محسوس کرتے تھے۔ انہیں یہ احساس ہوتا تھا کہ جس طرح وہ بولتے ہیں، اس طرح نہیں بلکہ کافی ٹوٹا پھوٹا لکھا ہوا ہے۔ اس تحریر میں لفظ تو وہی تھے جو بچے بولتے ہیں لیکن ان کا لہجہ، بولنے کا طریقہ اور جملوں کو جوڑنے والے لفظ نہیں تھے۔ اس پر ہم نے بات چیت کی اور کچھ نئے لفظوں کی ضرورت محسوس کی۔

2- تحریری ہدایت دینا - یہ سرگرمی زبانی ہدایت سے شروع ہوئی۔ کوئی طالب علم کسی دوسرے خاص طالب علم یا سبھی کے لیے ہدایت دیتا۔ ہدایات کچھ اس طرح کی ہوتیں کہ ”زور زور سے ہنسو“ یا ”باہر سے نیم کی چٹی لاؤ۔“ ہر طالب علم کو اسی طرح کوئی نہ کوئی ہدایت دینی ہوتی تھی۔ باقی سب اس ہدایت پر عمل کرتے۔ اس عمل کو بعد میں ”تحریر ہدایت دینے“ تبدیل کر دیا گیا۔ ہدایت

کو بلیک بورڈ یا پرچی پر لکھا جاتا اور اس ہدایت پر عمل زبانی یا تحریری طور پر کرنا ہوتا تھا۔ ان ہدایتوں کی زبان آہستہ آہستہ تبدیل ہوتی گئی۔ ”اپنا نام لکھ کر بتائیے“ جیسی ہدایتوں سے لے کر آپ کی اپنی کتاب کا ”سکھن رام کی موسیٰ والا سبق کون سے صفحہ پر ہے بتائیے“ جیسی ہدایت۔ اس طرح کی ہدایات کو سمجھ کر ان کے مطابق کام کرنے سے یہ یقین دلانے میں مدد ملی کہ جو لکھا ہوا ہے وہ ہم سے کچھ کہتا ہے۔

3- تصویروں پر لکھنا - بچوں کو اخبار یا لائبریری کی کتابوں میں چھپی ہوئی تصاویر دی جاتیں۔ پہلے ان تصویروں پر بات چیت ہوتی۔ تصویروں پر بات چیت کرتے وقت تخیلات کی دنیا میں پرواز بھری جاتی۔ تخیلات کی تحریر میں عکاسی کے لیے تصاویر بہت مفید ذریعہ ثابت ہوئیں۔

4- اخبار نکالنا - بچوں کی ڈائریوں میں چوں کہ محلے کی خبریں زیادہ آنے لگی تھیں لہذا، اسکول کا اپنا اخبار نکالنے کا خیال آیا۔ ان سبھی خبروں کو علاحدہ علاحدہ صفحہ پر لکھا جاتا اور انھیں بڑی کارڈ شیٹ پر چپکا کر اسکول میں لگا دیا جاتا۔ چونکہ اخبار میں بچوں کی لکھی ہوئی باتیں شائع ہوتیں، اس لیے اس کو پڑھنے میں ان کی دل چسپی رہتی۔ جو پڑھنا نہیں جانتے تھے وہ بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے، انھیں بھی پتہ چلے۔ وہ اندازہ لگاتے اور ان لکھے ہوئے الفاظ کو خود کے لفظ دیتے۔ اس طرح یہ سرگرمیاں خبریں پڑھنا سیکھنے میں خاصی مددگار ثابت ہو رہی تھیں۔

5- نظموں کے لیے تصویر بنانا - میں نے بچوں کی لائبریری میں موجود نظموں کی کتابوں سے کچھ نظموں کو کارڈ شیٹ پر لکھا۔ ان نظموں کو بچوں کو پڑھ کر سنایا۔ جو بچے ان نظموں کو پڑھ سکتے تھے انھوں نے بھی نظموں کو پڑھا۔ اس کے بعد بچوں کو گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر گروپ کو نظم کی ایک کارڈ شیٹ دی گئی۔ اس نظم کی بنیاد پر بچوں کو تصاویر بنانی تھیں۔ ابتدا میں بچوں سے

یہ بات چیت ہوئی کہ نظم میں جو کچھ شبیہ، تجربات، جذبات اور احساسات کی صورت میں کہا گیا ہے اس کو تصویر میں کیسے دکھایا جاسکتا ہے۔ نچلی جماعتوں کے بچوں نے بھی اس سرگرمی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

6- آزادانہ تحریر - بچوں سے کسی بھی ایسے موضوع پر جن سے وہ واقف ہوں ایک صفحہ لکھنے کو دیا جاتا۔ مثلاً تہوار، بازار، مڈے میل، انیکشن، سرینچ، پلس پولیو اور گرمی کی چھٹی وغیرہ۔ ان موضوعات پر نچے جو بھی لکھتے اسے پڑھا جاتا۔ اس کے بعد یہ بحث ہوتی کہ اس موضوع پر مزید کیا لکھا جاسکتا ہے۔ یہ بحث آئندہ کے موضوعات پر لکھنے کے لیے اہم ثابت ہوتی۔ نچے اس موضوع کے سبھی امکانات پر آپس میں بات چیت کرتے اور پھر سوچ کر لکھتے۔

7- پیراگراف پر سوال و جواب - بچوں کو کچھ لکھے ہوئے پیراگراف دیے جاتے۔ ساتھ میں کچھ سوال بھی ہوتے جن کے جواب اس لکھے ہوئے حصے میں ہوتے۔ ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے پیراگراف کو معنی کے ساتھ دھیان سے پڑھنا ضروری ہوتا۔ اس سرگرمی کی مدد سے دو اہم مسئلوں پر بچوں میں سمجھ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلا تو یہ کہ جو سوال پوچھا گیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ پیراگراف کو پڑھنے کے بعد اس کا جواب کیا ہوگا؟ اس کے لیے پہلے با آواز بلند پڑھنا، زبانی سوال پوچھنا، زبانی جواب دینا جیسی سرگرمیاں کروائی گئیں۔ سوال کچھ اس قسم کے ہوتے (1) براہ راست معلومات والے سوالات جن کے جواب پیراگراف میں لکھے ہوئے ہوتے (2) امکانات اور تخیلات کو بے دار کرنے والے سوالات، جن میں پیراگراف میں بیان کی گئی باتوں کا پس منظر یا توسیع ہوتی (3) نئی صورت حال یا صورت حال کی تبدیلی سے قائم ہونے والے سوال۔ پھر تحریری جواب دینے پر زور دیا گیا۔ ان تحریری جوابوں پر بحث ہوتی تھی کہ جو جواب لکھے گئے ہیں کیا وہ جواب مکمل ہیں یا ان کے علاوہ کچھ اور بھی لکھا جاسکتا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ کسی بھی بات کی سمجھ پیدا کرنے کے لیے اس پر صحیح بحث کرانا بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔

میں نے بچوں کی لائبریری کے صحیح کام کاج پر توجہ دی۔ ہر بچے کو اسکول یا گھر پر کتابیں لے

جانے کی چھوٹ دی جاتی ہے۔ کلاس میں ان کو پڑھ کر اس کتاب سے متعلق مختصراً بتانا ہوتا ہے یا کتاب پر کبھی کبھی ایک صفحہ لکھ کر لانا ہوتا ہے کہ کتاب کیسی لگی؟ کتاب کی تصویریں کیسی ہیں؟ کتاب کی کون سی بات دل چسپ لگی؟ اس قسم کا ایک تجربہ اس کتاب کے بارے میں لکھا اور بولا جاتا تھا۔ اس طرح میں درسی کتابوں کے تین بچوں کی دل چسپی بھی بڑھانے میں کچھ کچھ کامیاب ہوا۔ درسی کتابوں کا کافی حصہ نچے خود اور آپسی بات چیت سے پننا دیتے۔ کتاب کے ہر سطر کو سمجھنے کے لیے استاد کی ضرورت کم ہوئی۔ میں شاید ابتدا میں اسی مقصد کو لے کر آگے بڑھا تھا۔

یہاں میں پھر یہی کہنا چاہوں گا کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں بہت کامیاب ہوا۔ میں تو اپنا بوجھ کم کرنے کے مقصد سے پڑھانے کے روایتی طریقوں سے ہٹ کر کچھ الگ طریقوں کے ساتھ بچوں کے درمیان کام کر رہا تھا لیکن اس میں مجھے مزہ آنے لگا، اور مزے سے بوجھ تو کم ہو ہی جاتا ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ کامیابی کے لیے الگ طرح کے بچے چاہیے جن کو ہم نے ابھی تک دیکھا نہ ہو لیکن یہ بچے دوسرے بچوں کی طرح ہی ہیں۔ ہر بچہ دوسرے بچے سے مختلف ہے۔ میں دعوے سے ان کے بارے میں ایک جملہ بھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ یہ بچے خود سوچتے ہیں، اپنے دلائل استعمال کرتے ہیں، ان کی آریجنٹسٹی میرے مطابق ہو، یہ ضروری نہیں۔ آخر دنیا ان کی بھی تو ہے!

جو جھ *

..... این۔ وی۔ سوندل گیکر ماسٹر مراٹھی پڑھانے آتے تھے۔ وہ پڑھاتے وقت خود میں ڈوب جاتے تھے۔ خاص طور پر نظم کو بہت ہی اچھے طریقے سے پڑھاتے تھے۔ سریلا گلا، بحر کی عمدہ رفتار اور اس کے ساتھ ہی رنگین مزاجی بھی تھی ان کے پاس۔ ان کو نئی پرانی مراٹھی نظموں کے ساتھ کئی انگریزی نظمیں بھی از بر تھیں۔ مختلف بحروں کی لے، رفتار، اور تال انھیں اچھی طرح سے آتی تھی۔ وہ کبھی ایک آدھ نظم گا کر سناتے تھے۔ اس کے بعد پھر بیٹھے بیٹھے اداکاری کے ساتھ نظم کے مرکزی خیال کو اخذ کراتے تھے۔ اسی طرح کی کسی دوسرے شاعر کی نظم بھی سناتے تھے۔ اسی دوران میں شاعریشونت، بی۔ بی۔ بورکر، بی، آر، تانبے، گریش اور کیشو کمار وغیرہ کے ساتھ اپنی ملاقات کے تذکرے سناتے۔ وہ خود بھی شاعری کرتے تھے۔ اپنی بھی ایک آدھ نظم سنا دیتے تھے۔ یہ سب سنتے ہوئے، تحریر کرتے ہوئے، مجھے اپنا علم ہی نہیں رہتا تھا۔ میں اپنی آنکھوں اور کانوں میں سانسوں کی ساری قوت لگا کر، دم روک کر ماسٹر کے ہاؤ باؤ، آواز، رفتار چال سے رس پیتا رہتا۔

میں صبح شام کھیت پر پانی لگاتے ہوئے یا ڈھور کو چراتے ہوئے یا اکیلے میں وہ سبھی نظمیں ماسٹر کے ہی انداز اور اتار چڑھاؤ کے مطابق ہی گاتا۔ ان نظموں کے مطالب و معنی سے کھیلتے ہوئے میں آگے پیچھے جاتا تھا۔ ماسٹر جس طرح بیٹھے بیٹھے اداکاری کرتا تھا۔ میں پانی لگاتے لگاتے ویسی اداکاری کرتا رہتا تھا۔ کیاریاں پانی سے کب سے بھر گئیں مجھے اس کا بھی علم نہیں رہتا تھا۔ ماسٹر کے انداز سے دوسری نظمیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ مجھے اس وقت اس کے بارے میں معلوم ہوا۔

ان نظموں کے ساتھ کھیلتے ہوئے مجھے دو بڑی قوتیں حاصل ہوئیں۔ پہلے ڈھور چراتے ہوئے، پانی لگاتے ہوئے، دوسرے مجھے کام کرتے وقت اکیلا پن بہت محسوس ہوتا تھا۔ مجھے کسی کے ساتھ بات کرتے ہوئے، گپ شپ کرتے ہوئے اور ہنسی مذاق کرتے ہوئے کام کرنا اچھا لگتا تھا۔ میرے ساتھ

* یہ حصہ مراٹھی کے معروف فکشن نگار ڈاکٹر آنند یادو کی خودنوشت ناول سے لیا گیا ہے۔

کام کرتے وقت ہمیشہ کوئی نہ کوئی ساتھ میں ہونا چاہے۔ ایسا بھی لگتا تھا۔ مگر اب اکیلے پن سے کوئی اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ میں خود سے ہی کھیلنے لگتا کہ جتنا اکیلا رہوں؟ اتنا اچھا ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے نظم بلند آواز میں گائی جاسکے گی۔ کسی بھی قسم کی اداکاری کی جاسکے گی۔ نظم کو گاتے گاتے تھرک تھرک کرنا چا جاسکتا تھا۔ میں واقعی ناپنے لگتا تھا۔ میں نے مختلف طرح کی نظموں کو اپنے ہی انداز میں گانا شروع کیا۔ انٹ کا نیکر کی نظم جس کی پہلی لائن اس طرح ہے ”چاند رات پر تے پاڈھری گایا دھرنی وری“ کو میں نے ماسٹر کے انداز سے الگ اپنے انداز میں گایا۔ یہ لے ایک سینما کے گانے پر مبنی تھی۔ وہ گانا ”کیشو کرنی جاتی“ نامی بحر میں تھا۔ اس نظم کو میں ماسٹر کے مقابلے زیادہ اداکاری کے ساتھ گاتا تھا۔ چہرے پر نظم کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ماسٹر کو میری یہ کوشش اتنی اچھی لگی کہ انھوں نے چھٹی ساتویں جماعت کے سبھی لڑکوں کے سامنے مجھ سے نظم کو ترنم سے پڑھوایا۔ اسکول کی ایک تقریب میں بھی اس نظم کو ترنم سے پڑھوایا... اس کی وجہ سے مجھے احساس ہوا کہ میرے کچھ نئے پنکھ نکل آئے ہیں۔

تھاراج کمار*

جب میں چھ برس کا تھا تب سچی کہانیاں نام کی جنگل سے متعلق کتاب میں ایک بہت خوبصورت تصویر دیکھی تھی۔ ایک شاکھا اگلر کی، جو کسی جانور کو نگل رہا تھا۔ یہ ہے تصویر کی نقل۔



اس کتاب میں لکھا تھا کہ ”شاکھا اگلر اپنے شاکار کو بغیر چبائے پورا نگل لیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بل ڈل بھی نہیں سکتے اور اس کو ہضم کرنے کے لیے چھ مہینے تک سوتے رہتے ہیں۔“

میں نے بہت گہرائی سے جنگل کے حدود سے متعلق سوچا۔ رنگین پینسل سے کچھ کام کرنے کے بعد میں

اپنی پہلی تصویر بنانے میں کامیاب ہوا۔ وہ میری تصویر نمبر ایک تھی، جو اس طرح دکھائی دیتی تھی۔



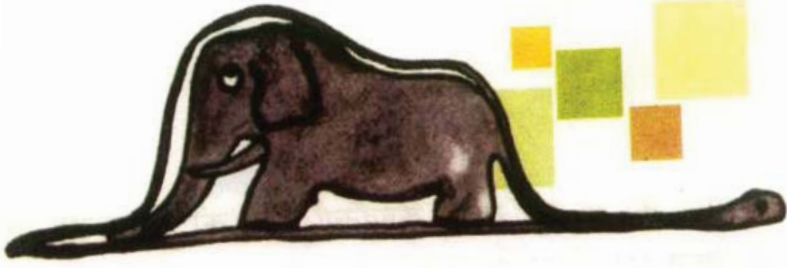
میں نے اپنا سب سے عمدہ کام بڑوں کو دکھایا اور ان سے پوچھا ”کیا یہ تصویر دیکھ کر ڈر لگتا ہے؟“

انھوں نے کہا ”ڈر؟ ٹوپ سے کوئی ڈرے

گا؟“

* یہ حصہ این ای آر ٹی کے ذریعے شائع ایٹو نی دی سینٹ ایکسپریس کی کہانی (مترجم - دیوی پرساد) تھاراج کمار سے لیا گیا ہے۔

مگر یہ تو ٹوپ کی تصویر نہیں تھی۔ یہ تو ایک شاگھا اگلر کی تصویر تھی، جو ہاتھی کو ننگنے کے بعد اسے ہضم کر رہا تھا۔ یہ بڑے اس کو سمجھ نہیں سکے۔ چنانچہ میں نے ایک دوسری تصویر بنائی۔ اس مرتبہ جو تصویر بنائی وہ اگلر کے اندر کی تھی جس کو بڑے صحیح طرح سے سمجھ سکیں۔ انہیں ہمیشہ سب چیزوں کو سمجھانا پڑتا ہے۔ میری تصویر نمبر دو ایسی تھی۔



اس کو دیکھ کر انہوں نے مجھے صلاح دی کہ اگلر کی تصویر چاہے اندر کی ہو یا باہر کی ایک جانب رکھ کر میں اپنے وقت کا استعمال جغرافیہ، تاریخ، ریاضی اور قواعد کو سمجھنے میں صرف کروں۔ میں نے مصوٰر کا پیشہ جو عمدہ اور معزز ہو سکتا تھا اس کو چھ برس کی عمر میں چھوڑ دیا تھا۔ تصویر نمبر ایک اور دو کی ناکامیابی نے مجھے بدل کر دیا۔ بڑے خود کچھ بھی نہیں سمجھتے اور بچے ان کو سب چیزیں کہاں تک اور کب تک سمجھاتے رہیں گے۔ یہ بہت ہی تھکا دینے والی بات ہے۔

اس کے بعد میں نے دوسرے پٹیے کا انتخاب کیا اور ہوائی جہاز کو چلانا سیکھا۔ میں دنیا کے سبھی ملکوں کا ہوائی سفر کر چکا ہوں اور یہ بھی سچ ہے کہ جغرافیہ کے علم سے مجھے خاصا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ میں ایک نظر میں چین اور ایری زونا کے فرق کو پہچان لیتا ہوں۔ رات کو راستہ بھول جانے پر بھی یہ علم بہت کام آتا ہے۔ میری زندگی میں ایسے بہت سے لوگوں کے ساتھ میری کئی ملاقاتیں ہوئیں جو اہم باتوں سے متعلق سوچتے ہیں۔ میں بڑوں کے درمیان کافی رہا ہوں۔ میں نے ان کو بہت نزدیک سے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ مگر ان سے متعلق میری رائے نہیں بدلی۔

مجھے جب کوئی ایسا بڑا ملا جو سب سے الگ دکھائی دیتا تھا اس کو میں نے اپنی تصویر نمبر ایک دکھائی۔

میں نے اس تصویر کو ہمیشہ اپنے پاس رکھا ہے۔ میں یہ بھی جاننے کی کوشش کرتا تھا کہ اس شخص میں صحیح سمجھ ہے یا نہیں۔ مگر عورت ہو یا مرد سب اس کو دیکھ کر یہی کہتے تھے — ”یہ تو ٹوپ ہے۔“ اس کے بعد میں نے کبھی بھی ان لوگوں سے شاکھا اگلر کی یا جنگلوں اور ستاروں کی بات نہیں کی۔ میں ان کی سطح پر اتر کر ان سے تاش، گولف، سیاست اور نکلیانیوں پر گفتگو کرتا تھا۔ اس سے بڑے بہت خوش ہو جاتے تھے، کیونکہ وہ مجھے بہت سمجھدار آدمی سمجھتے تھے۔

چھ برس قبل سہارا ریگستان میں میرے ہوائی جہاز کے حادثے ہونے تک میری زندگی بالکل اکیلے پن میں بسر ہوئی۔ ایسا کوئی بھی شخص ساتھ نہیں تھا جس سے میں واقعی بات کر سکوں۔ ہوائی جہاز کے انجن کا کوئی پرزہ ٹوٹ گیا تھا میرے ساتھ نہ تو کوئی مستری تھا اور نہ ہی کوئی مسافر۔ میں اکیلے ہی اس مشکل مرمت کے کام میں لگ گیا۔ یہ میرے سامنے موت اور زندگی کا سوال تھا۔ پینے کا پانی مشکل سے ایک ہفتے کے لائق تھا۔

میں پہلی رات ریت پر سو گیا، کسی بھی بستی سے ہزار میل دور — میں بیڑے پر بیٹھے اس ملاح سے بھی زیادہ اکیلا ہو گیا تھا جس کا جہاز بیچ سمندر میں ٹوٹ گیا ہو۔ ایسی حالت میں آپ میری حیرت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جب سورج طلوع ہونے کے وقت مجھے ایک عجیب دھیمی سی آواز سنائی دی اور میں جاگ گیا۔ میں نے سنا، ”اگر ہو سکے تو مہربانی کر کے میرے لیے ایک بھیڑ کی تصویر بنا دیجیے۔“

”میرے لیے ایک بھیڑ کی تصویر بنا دو۔“

میں ایک دم حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور آنکھیں ملنے لگا۔ میں نے اچھی طرح سے چاروں طرف دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک غیر معمولی ننھا سا انسان کھڑا ہوا بہت سنجیدگی سے میرا معائنہ کر رہا ہے۔ یہ ہے اس کی سب سے بڑی تصویر جو میں نے بعد میں بنائی، لیکن یہ تصویر اس کے اصلی شکل سے کہیں کم پرکشش ہے۔

جو بھی ہو، اچھی تصویر نہ بنانے کے لیے مجھے قصور وار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ میں جب چھ برس کا تھا تبھی

سیاحوں نے مجھے مصوری کے پیشے سے بددل کر دیا تھا اور اس لیے میں نے اجگر کے باہر کی تصویر اور اجگر کے اندر کی تصویر کے علاوہ کسی اور چیز کی تصویر بنانا نہیں سیکھا۔



میں نے حیرت زدہ ہو کر آنکھیں پھاڑ کر اس اچانک دکھائی دینے والی مورتی کو دیکھا۔ یاد ہے نہ! بستی سے ہزار میل دور ریگستان میں میرا جہاز حادثہ کا شکار ہوا تھا۔ دوسرے یہ ننھا سا آدمی ریگستان میں لگاتار اس طرح بھٹکتا ہوا ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور نہ ہی یہ تھکاوٹ سے، بھوک سے، پیاس سے یا خوف سے مر جھایا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کی کسی بھی بات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا وہ بچہ ریگستان میں بھٹک گیا ہو۔ وہ بھی ایسی جگہ جو کسی بستی سے ہزار میل دور تھی۔ آخر جب میں بولنے کے لائق ہوا تو میں نے اس سے کہا:

”پر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

جب کوئی راز دل پر چھاجاتا ہے تو اس کی حکم عدولی کرنے کی حماقت نہیں کی جاسکتی۔ کسی بھی بستی سے ہزار میل دور، موت کے خطرے میں، چاہے یہ بات مضحکہ خیز ہی لگے، لیکن میں نے اپنی جیب سے کاغذ اور قلم نکالا۔ لیکن تبھی مجھے یاد آیا میرا زیادہ تر مطالعہ تو جغرافیہ، تاریخ، ریاضی اور قواعد میں صرف ہوا تھا۔ تب میں نے ذرا جھنجھلا کر کہا کہ میں تصویر بنانا نہیں جانتا۔ اس نے جواب دیا —

”کوئی بات نہیں۔ میرے لیے ایک بھیڑ کی تصویر بنا دو...“

میں نے اس سے قبل کبھی بھیڑ کی تصویر نہیں بنائی تھی۔ اس لیے میں نے اس کو ان دو تصویروں میں سے ایک بنا کر دے دی جو میں اکثر بنایا کرتا تھا۔ شا کھا اگلر کی، باہروالی، لیکن میں حیران رہ گیا، جب اس ننھے سے شخص نے اس کو دیکھ کر کہا —

”نہیں نہیں، مجھے اگلر کے اندر ہاتھی نہیں چاہیے۔ اگلر تو بہت بھیانک ہوتا ہے اور ہاتھی بڑا

بھاری بھرم۔ جہاں میں رہتا ہوں وہاں سب چیزیں

چھوٹی ہیں۔ مجھے تو بھیڑ چاہیے۔ میرے لیے بھیڑ کی

تصویر بنا دو۔“



تب میں نے ایک دوسری تصویر بنائی۔

اس نے دھیان سے دیکھا اور کہا ”نہیں، یہ تو بہت کمزور ہے۔ مجھے دوسری بنا کر دو۔“
میں نے ایک اور تصویر بنائی۔ میرا دوست ہلکے سے مسکرایا۔

اس نے کہا:
”تم خود ہی دیکھو، یہ تو بھیڑ نہیں ہے، بھیڑا ہے۔ اس کے تو
سینگ ہیں...“



اس کے بعد میں نے تیسری تصویر بنائی۔ دوسری تصویروں

کی طرح اس نے اس کو بھی نامنظور کر دیا۔



”یہ تو بہت بوڑھی ہے۔ مجھے ایسی بھیڑ چاہیے جو
بہت دن تک زندہ رہے۔“

تب تک میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا کیونکہ
مجھے اپنے انجن کو کھولنے کی جلدی تھی۔ اس لیے میں
نے یہ تصویر گھسیٹ دی اور اس کو سمجھا بھی دیا —

”یہ تو صرف اس کا ڈبہ ہے۔ جو بھیڑ تمہیں چاہیے وہ اس کے اندر بند ہے۔“

مجھے اس ننھے نقاد کے چہرے پر روشنی دیکھ کر

تعجب ہوا۔

”یہی تو چاہیے تھا مجھے، تم کیا سوچتے ہو؟ اس بھیڑ

کو بہت سی گھاس دینی پڑے گی؟“



”کیوں؟“

”کیونکہ جہاں میں رہتا ہوں وہاں ہر چیز بہت چھوٹی ہے۔“

میں نے کہا - ہاں! اس کے لیے وہاں کی گھاس کافی ہوگی۔ میں نے جو بھیڑتھیں دی ہے، وہ بھی
تو بہت چھوٹی ہے۔“

اس نے جھک کر تصویر کو دیکھا۔ ”اتنی چھوٹی نہیں ہے۔ دیکھو! وہ سوگئی...“
اس طرح سے ننھے راجکمار کے ساتھ میری جان پہچان ہوگئی۔

میرا چھوٹا سا ذاتی کتب خانہ*

- دھرم ویر بھارتی

جولائی 1989 بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ تین تین زبردست ہارٹ اٹیک، ایک کے بعد ایک، ایک تو ایسا کہ نبض بند، سانس بند، دھڑکن بند، ڈاکٹروں نے اعلان کر دیا کہ اب ان میں جان باقی نہیں رہی۔ مگر ڈاکٹر بورجس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ انھوں نے نو سو والٹ کے شاکس (Shocks) دیے۔ خطرناک تجربہ! انھوں نے کہا کہ اگر محض مردہ جسم ہے تو درد محسوس ہی نہیں ہوگا۔ مگر ذرا سی جان باقی ہوگی تو ہارٹ ریوائیو (Revive) کر سکتا ہے۔ جان تو لوٹ آئی مگر اس تجربے میں ساٹھ فی صد ہارٹ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ صرف چالیس فی صد بچا۔ اس میں بھی تین بلوکنج (Blockage) ہیں۔ اوپن ہارٹ آپریشن تو کرنا ہی ہوگا لیکن سرجن جھک رہے ہیں۔ صرف چالیس فی صد ہارٹ ہے۔ آپریشن کے بعد تجدید (Revive) نہ ہوا تو، طے یہ ہوا کہ دوسرے ماہرین کی رائے لے لی جائے۔ پھر کچھ دن کے بعد آپریشن کرنے کی سوچیں گے۔ تب تک گھر جا کر بغیر بے آرام کریں۔

بہر حال، ادھمری حالت میں گھر واپس لایا جاتا ہوں۔ میری ضد ہے کہ بیڈروم میں نہیں، مجھے اپنی کتابوں والے کمرے میں رکھا جائے۔ وہیں لٹا دیا گیا ہے مجھے۔ چلنا، بولنا اور پڑھنا منع۔ دن بھر پڑے پڑے دو ہی چیزیں دیکھتا رہتا ہوں، بائیں طرف کی کھڑکی کے سامنے ہوا میں لہراتے ہوئے سپاری کے درخت کے جھال دار پتے اور کمرے میں چاروں طرف فرش سے لے کر چھت تک اونچی، کتابوں سے ٹھسا ٹھس بھری الماریاں۔ بچپن میں پری کی کہانیوں (Fairy Tales) میں جیسے پڑھتے تھے کہ راجا کی جان اس کے جسم میں نہیں، طوطے میں رہتی ہے۔ ویسا ہی مجھے لگتا تھا کہ میری جان اس جسم سے تو نکل چکی ہے، وہ جان ان ہزاروں کتابوں میں بسی ہے جو گذشتہ چالیس پچاس برس میں آہستہ آہستہ میرے پاس جمع ہو گئی ہیں۔

* یہ حصہ این سی ای آر ٹی کی شائع شدہ نوبیوں جماعت کی معاون درسی کتاب ’سچین‘، حصہ I سے لیا گیا ہے۔

کیسے جمع ہوئی، اس کی شروعات کیسے ہوئی۔ یہ کہانی بعد میں سناؤں گا۔ پہلے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ کتابیں پڑھنے اور سنبھال کر رکھنے کا شوق کیسے پیدا ہوا۔ بچپن کی بات ہے۔ اس وقت آریہ سماج کی اصلاحی تحریک اپنے پورے عروج پر تھی۔ میرے والد آریہ سماج، رانی منڈی کے پردھان تھے اور ماں نے عورتوں کی تعلیم کے لیے آدرش کینا پاٹھ شالہ کو قائم کیا تھا۔

والد کی اچھی خاصی سرکاری نوکری تھی۔ بر ماروڈ جب بن رہا تھا تب انھوں نے بہت کمایا تھا۔ لیکن میری پیدائش سے پہلے ہی گاندھی جی کے کہنے پر انھوں نے سرکاری نوکری چھوڑ دی تھی۔ ہم لوگ بہت معاشی مسائل سے نبرد آزما تھے، پھر بھی گھر میں معمول کے مطابق رسالے اور میگزین آتے تھے۔ آریہ متر، ہفتہ وار، ویدوم، سرسوتی، گزنی، اور دوپچوں کی میگزین بالخصوص میرے لیے — ”بال سکھا“ اور ”چم چم“۔ ان میں ہوتی تھیں، پریوں، راجکاروں، راکشس اور خوبصورت راج کنیاؤں کی کہانیاں اور خاکے۔ مجھے پڑھنے کا چسکا لگ گیا۔ ہر وقت پڑھتا رہتا۔ کھانا کھاتے وقت تھالی کے پاس میگزین رکھ کر پڑھتا۔ اپنی دونوں میگزین کے علاوہ بھی ”سرسوتی“ اور ”آریہ متر“ پڑھنے کی کوشش کرتا۔ گھر میں کتابیں بھی تھیں۔ اپنشا اور ان کا ہندی ترجمہ ”سیتا تھ پرکاش“ کے خلط ملط والے باب کو پوری طرح سے سمجھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن پڑھنے میں مزہ آتا تھا۔ میری پسندیدہ کتاب تھی سوامی دیانند کی ایک سوانح جو دل چسپ انداز میں لکھی ہوئی اور مختلف تصاویر سے مزین۔ وہ موجودہ توہمات کے خلاف ہمت دکھانے والی حیرت انگیز شخصیت تھی۔ ان کی زندگی کے بہت دلچسپ واقعات تھے جو مجھے بہت متاثر کرتے تھے۔ چوہے کو بھگوان کا بھوک کھاتے دیکھ کر یہ مان لینا کہ مورتیاں بھگوان نہیں ہوتیں، گھر چھوڑ کر بھاگ جانا، تمام تیرتھوں، جنگلوں، گھاؤں، پہاڑیوں کی چوٹیوں پر سادھوؤں کے درمیان گھومنا اور ہر جگہ اس کی تلاش کرنا کہ بھگوان کیا ہے؟ سچ کیا ہے؟ جو بھی سماج مخالف انسان مخالف اصول ہیں، رواج ہیں، ان کی مذمت کرنا اور آخر میں اپنے سے کم کو معاف کر کے اس کو سہارا دینا۔ یہ سب میرے بال من کو بہت خوش کرتیں۔ جب اس سب سے تھک جاتا تب پھر ”بال سکھا“ اور ”چم چم“ کی پہلے پڑھی ہوئی کہانیوں کو دوبارہ پڑھتا۔

ماں اسکول کی پڑھائی پر زور دیتی کہ لڑکا کلاس کی کتابیں نہیں پڑھتا۔ پاس کیسے ہوگا! کہیں خود سادھو بن کر گھر سے بھاگ گیا تو؟ والد کہتے — زندگی میں یہی پڑھائی کام آئے گی پڑھنے دو۔ میں اسکول نہیں بھیجا گیا تھا، شروع کی پڑھائی کے لیے گھر پر ماسٹر رکھے گئے تھے۔ والد نہیں چاہتے تھے کہ نا سمجھی کی عمر میں، میں غلط صحبت میں پڑھ کر گالی گلوچ سیکھوں، برے طور طریقے اختیار کروں۔ بالآخر میرا نام لکھوایا گیا، جب میں کلاس دو تک کی پڑھائی گھر پر کر چکا تھا۔ تیسرے درجے میں مجھے داخلہ ملا۔ اس دن شام کو والد انگلی پکڑ کر مجھے گھمانے لے گئے۔ لوک ناتھ کی ایک دکان پر تازے انار کا شربت مٹی کے کلمہ میں پلایا اور سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگ — ”وعدہ کرو کہ نصاب کی کتابیں بھی اتنے ہی دھیان سے پڑھو گے، ماں کی فکر دور کرو گے۔ ان کا آشیر واد تھا یا میری جی توڑ محنت، تیسری اور چوتھی میں میرے اچھے نمبر آئے اور پانچویں میں تو میں فرسٹ آیا۔ ماں نے آنسو بھر کر گلے لگا لیا، والد مسکراتے رہے، کچھ بولے نہیں، میرے نمبر انگریزی میں چونکہ سب سے زیادہ تھے، اس لیے اسکول میں انعام میں دو کتابیں انگریزی میں ملی تھیں۔ ایک میں دو چھوٹی بچے گھونسلوں کی تلاش میں باغوں اور کنجوں میں بھٹکتے ہیں اور اس بہانے پرندوں کی قسموں، ان کی بولیوں، ان کی عادتوں کی معلومات ملتی ہیں۔ دوسری کتاب تھی ”ٹرسٹی دی رنگ“ جس میں پانی کے جہازوں کی کہانیاں تھیں — کتنی قسم کے ہوتے ہیں۔ کون کون سا مال لا کر لاتے ہیں، کہاں سے لاتے ہیں، کہاں لے جاتے ہیں، ملاحوں کی زندگی کیسی ہوتی ہے، کیسے کیسے جزیرے ملتے ہیں، کہاں وہیل ہوتی ہے، کہاں شارک ہوتی ہے؟

ان دو کتابوں نے ایک نئی دنیا کا دروازہ میرے لیے کھول دیا تھا۔ پرندوں سے بھرا ہوا آسمان اور رازوں سے بھرا سمندر۔ والد نے الماری کے ایک خانے سے اپنی چیزیں ہٹا کر جگہ بنائی اور میری دونوں کتابیں اس خانے میں رکھ کر کہا — ”آج سے یہ خانہ تمہاری اپنی کتابوں کا۔ یہ تمہاری اپنی لائبریری ہے۔“

یہاں سے شروع ہوئی اس بچے کی لائبریری۔ بچے بالغ ہوا۔ اسکول سے کالج، کالج سے یونیورسٹی گیا، ڈاکٹریٹ حاصل کی، یونیورسٹی میں پڑھایا۔ تدریس چھوڑ کر الہ آباد سے ادارت کا کام کیا۔ اسی مناسبت سے اپنی لائبریری کو بڑھاتا چلا گیا۔

لیکن آپ پوچھ سکتے ہیں کہ کتابیں پڑھنے کا شوق تو ٹھیک، کتابیں اکٹھی کرنے کی سنک کیوں سوار ہوئی؟ اس کی وجہ بھی بچپن کا ایک تجربہ ہے۔ الہ آباد ہندوستان کے نامور تعلیمی مراکز میں سے ایک رہا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے قائم پبلک لائبریری سے لے کر مدن موہن مالویہ کے ذریعے قائم کے گئے بھارت بھون تک، یونیورسٹی کی لائبریری اور مختلف کالجوں کی لائبریریاں تو ہیں ہی، لگ بھگ ہر محلے میں ایک الگ لائبریری۔ وہاں ہائی کورٹ ہے، وکیلوں کی نجی لائبریریاں، اساتذہ کی نجی لائبریریاں۔ اپنی لائبریری ویسی کبھی ہوگی، یہ تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ لیکن اپنے محلے میں ایک لائبریری تھی — ”ہری بھون“۔ اسکول سے چھٹی ملی کہ میں اس میں جا کر جم جاتا تھا۔ والد مرحوم ہو چکے تھے۔ لائبریری کا چندہ چکانے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ چنانچہ وہیں بیٹھ کر کتابیں نکلو کر پڑھتا رہتا تھا۔ ان دنوں ہندی میں عالمی ادب بالخصوص ناولوں کے خوب ترجمے ہو رہے تھے۔ مجھے ان ترجمہ شدہ ناولوں کو پڑھ کر بڑا سکھ ملتا تھا۔ اپنے چھوٹے سے ”ہری بھون“ میں خوب ناول تھے۔ وہیں تعارف ہوا بنگلہم چند چٹو یادھیائے کی ”درگیش نندنی“، ”کپال کنڈلا“ اور ”آنند مٹھ“ سے، ٹاسٹائے کی ”اتا کرے نینا“، وکٹر ہیوگو ”کا“، پیرس کا کبڑا“ (پنچ بیک آف ناترے دم) گورکی کا ”مدز“، الکرینڈر کپرن کا ”گاڑی والوں کا کڑہ“ (یا مادی پٹ) اور سب سے دل چسپ سرواریز کا ”وچترویر“ (ڈان کوگ زوٹ)۔ ہندی کے ہی ذریعے سے ساری دنیا کے کہانی کے کرداروں سے ملاقات کرنا کتنا دلکش تھا! لائبریری کھلتے ہی پہنچ جاتا اور جب لائبریرین شکلا جی کہتے کہ بچے، اب اٹھو، لائبریری کو بند کرنا ہے۔ تب میں بڑی بے دلی سے اٹھتا۔ جس دن کوئی ناول ادھوار چھوٹ جاتا، اس دن دل میں کسک ہوتی کہ کاش اتنے پیسے ہوتے کہ اس کا ممبر بن کر میں اس کتاب کو ایشو کرالیتا یا کاش، اس کتاب کو خرید سکتا تو گھر میں رکھتا، ایک مرتبہ پڑھتا، دوسری مرتبہ پڑھتا، بار بار پڑھتا لیکن یہ جانتا تھا کہ یہ خواب ہی رہے گا، یہ بھلا کیسے پورا ہو سکے گا!

والد کے انتقال کے بعد تو معاشی پریشانی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ پوچھیے مت۔ فیس مہیا کرانا تک مشکل تھا۔ اپنے شوق کی کتابیں خریدنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ خوش قسمتی سے ایک ٹرسٹ پر لائق اور

ضرورت مند طالب علموں کو درسی کتابیں خریدنے کے لیے کچھ روپے سیشن کے شروع میں ملتے تھے۔ اس سے اہم درسی کتابیں ”سیکنڈ ہینڈ“ خریدتا تھا۔ اپنے ہم جماعتوں سے لے کر بھی پڑھتا اور نوٹس بنا لیتا۔ ان دنوں امتحان کے بعد طلبا اپنی پرانی درسی کتابوں کو آدھے دام پر بیچ دیتے اور اس میں آنے والے نئے لیکن مختلف طلبا خرید لیتے۔ اسی طرح سے کام چلتا۔

مگر پھر بھی میں نے زندگی میں پہلی ادبی کتاب اپنے پیسوں سے کیسے خریدی، یہ آج تک یاد ہے۔ اس سال انٹرمیڈیٹ پاس کیا تھا۔ پرانی کتابیں بیچ کر بی۔ اے۔ کی درسی کتابیں لے کر ایک سیکنڈ ہینڈ بک شاپ پر گیا۔ اس مرتبہ نہ جانے کس طرح درسی کتابیں خرید کر بھی دو روپے بچ گئے تھے۔ سامنے کے سینما گھر میں ”دیوداس“ لگی تھی۔ نیو تھیٹر والا۔ بہت چرچا تھی اس کی۔ لیکن میری ماں کو سینما دیکھنا بالکل پسند نہیں تھا۔ اسی سے بچے بگڑتے ہیں۔ لیکن اس کے گانے سینما گھروں کے آس پاس بجاتے تھے۔ اس میں سہگل کا ایک گانا تھا ”دکھ کے دن اب بیتنا ہیں“ اس کو اکثر گنگنا تارہتا تھا۔ کبھی کبھی گنگناتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے نہ جانے کیوں! ایک دن ماں نے سنا۔ ماں کا دل تو آخر ماں کا دل! ایک دن بولی ”دکھ کے دن گزر جائیں گے بیٹا، دل اتنا چھوٹا کیوں کرتا ہے؟ صبر سے کام لے!“ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ تو فلم ”دیوداس“ کا گیت ہے، تو سینما کی سخت مخالف ماں نے کہا۔ ”اپنے دل کو کیوں مارتا ہے؟ جا کر پکچر دیکھ آ۔ پیسے میں دے دوں گی۔“ میں نے ماں کو بتایا کہ ”کتابیں بیچ کر دو روپے میرے پاس بچے ہیں۔“ وہ دو روپے لے کر ماں کی اجازت سے فلم دیکھنے گیا۔ پہلا شو چھوٹنے میں دیر تھی، قریب میں اپنی جان پہچان کی کتاب کی دکان تھی۔ وہیں چکر لگانے لگا۔ ہمت سے دیکھا، کاؤنٹر پر ایک کتاب رکھی ہے۔ ”دیوداس“ مصنف شرت چندر چٹو پادھیائے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ میں نے کتاب کو اٹھا کر اٹا پلٹا تو کتاب بیچنے والے نے کہا۔ ”تم طالب علم ہو۔ یہاں اپنی پرانی کتابیں بیچتے ہو۔ ہمارے پرانے گاہک ہو۔ تم سے اپنا کمیشن نہیں لوں گا۔ صرف دس آنے میں یہ کتاب دے دوں گا۔“ میرا دل پلٹ گیا۔ کون دیکھے ڈیڑھ روپے میں پکچر؟ دس آنے میں ”دیوداس“ خریدی۔ جلدی جلدی گھر لوٹ آیا، اور دو روپے میں سے بچے ایک روپیہ چھ آنے ماں کے ہاتھ میں رکھ دیے۔

”ارے تو لوٹ کیسے آیا؟ پکچر نہیں دیکھی؟“ ماں نے پوچھا۔

”نہیں ماں! فلم نہیں دیکھی، یہ کتاب لے آیا دیکھو۔“

ماں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ خوشی کے تھے یاد رکھ کے، یہ نہیں معلوم۔ وہ میرے اپنے پیسوں سے خریدی ہوئی، میری اپنی نجی لائبریری کی پہلی کتاب تھی۔

آج جب اپنی جمع کی گئی کتابوں پر نظر ڈالتا ہوں جس میں ہندی اور انگریزی کے ناول، ڈرامے، کہانیوں کے مجموعے، سوانح عمریاں، یادداشتیں، تاریخ، آرٹ، آثار قدیمہ، سیاست کی ہزاروں کتابیں ہیں۔ تب کتنی شدت کے ساتھ یاد آتی ہے اپنی پہلی کتاب کی خریداری! ریز مار یہ رکے، اسٹیفن زویگ، موپاساں، چے خف، ٹالسٹائے، داستووسکی، مائیکووسکی، سول زے نسٹن، اسٹیفن اسپینڈر، آڈین، ایزرا پائونڈ، یوجین اونیل، جیاں پال سائر، آئلینر کامو، آئیونیسکو کے ساتھ پکاسو، بروگیل، ریمبراں، ہمبیر، حسین اور ہندی میں کبیر، تلسی، سؤر، رسخان، جائسی، پریم چند، پنت، نرالا، مہادیوی اور جانے کتنے مصنفین، مفکروں کی ان تصانیف کے درمیان اپنے آپ کو کتنا ہرا بھرا محسوس کرتا ہوں۔

مرٹھی کے بزرگ شاعر و نڈا کرندیکر نے کتنا سچ کہا تھا اس دن! میرا آپریشن کامیاب ہونے کے بعد وہ دیکھنے آئے تھے بولے، بھارتی، یہ سینکڑوں عظیم لوگ جو کتاب کی شکل میں تمہارے چاروں جانب موجود ہیں، ان کے ہی آشر واد سے تم بچے ہو۔ انھوں نے تمہیں دوبارہ زندگی دی ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں پر نام کیا و نڈا کو بھی، ان عظیم لوگوں کو بھی۔



پڑھنے لکھنے کے مواقع



نام آنتیہ / ۱۱۱۱
 * سیدی کی نام رکھتے ہیں
 سیدی * پھر ۸۴۰





نوبل انعام سے سرفراز رابندر ناتھ ٹیگور کو بچپن میں اسکول جانا بالکل پسند نہیں تھا۔ ان کو اسکول جیل کی طرح دم گھونٹے والا لگتا تھا۔ انھیں ایسا اس لیے لگتا تھا، کہ اسکول میں ان کو اپنے پسندیدہ کام کرنے کی آزادی نہیں تھی۔ کلاس میں بھی ان کا دل استاد کی باتوں کے بجائے اپنی تصور کی دنیا میں گھومتا پھرتا رہتا تھا۔

کلکتہ (کولکاتا) کے ایک اسکول کے دنوں کے یہی تجربات ٹیگور کا ایک مثبت نظریہ بنانے میں مددگار ثابت ہوئے۔ ان کا ماننا تھا کہ اسکول میں بچوں کو اپنے پسندیدہ کاموں کو کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ بچوں کی تخلیقی خواہشیں تبھی مکمل ہوتی ہیں جب ہم اسکول میں ایک ایسا ماحول بناتے ہیں جہاں بچے اپنی تخلیقیت، جوش اور فہم کا استعمال پڑھنے لکھنے کے لیے کر سکیں۔

پڑھنے لکھنے کے مواقع

ہینڈ بک ’پڑھنے لکھنے کے مواقع‘ کے اس حصے میں بچوں کے ادب سے منتخب تصانیف پڑھنی سرگرمیاں پیش کی گئی ہیں۔ اس میں نظم، کہانی اور معلومات افزا تخلیقات میں پوشیدہ امکانات کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ اپنی کلاس کے بچوں کی دل چسپی اور ضرورت کے مطابق بچوں کے ادب اور درسی کتابوں سے زیادہ امکانات تلاش کر سکتے ہیں۔ یہ امکانات سرگرمیوں کی شکل میں بچوں کو سیاق سمیت، پڑھنے لکھنے کے با معنی مواقع فراہم کریں گی۔

کلاس کی سرگرمیوں کے لیے منصوبہ بنانا بہت ضروری ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ بچوں کے ادب کی تخلیقات کو منتخب تجزیاتی نظریے سے پڑھیے، سرگرمیوں کے بارے میں سوچیے اور کلاس میں بچوں کے ساتھ مل کر سرگرمیوں کو منعقد کرنے کا منصوبہ ٹائم ٹیبل کے ساتھ بنائیے۔ کتاب کے اس حصے میں ایسے دو اساتذہ کے تجربے بھی شامل کیے گئے ہیں جن میں سرگرمیوں کے لیے ایک منصوبہ بنانا اور لچیلے ڈھنگ سے اس کو عمل میں لانا ضروری ہوگا، کیونکہ ہمیں بچوں کی دل چسپی ان کی سطح اور مہیا وسائل اور وقت کو دھیان میں رکھنا ہوگا۔ ”کوا“ کہانی ایک تصویری کہانی ہے۔ اس کہانی پڑھنی سرگرمیوں میں تصویری کہانی یعنی بغیر لفظوں کی کہانی کو پڑھنا بہت دل چسپ سرگرمی ہوگی۔

پتنگ ایک نغمگی سے بھرپور نظم ہے۔ ان سرگرمیوں کے علاوہ اپنے ہاتھ سے پسندیدہ چیزوں کو بنانے کے موقع بھی اس کی سرگرمیوں کے امکانات میں شامل ہیں۔

ہینڈ بک میں دی گئی کہانیوں اور نظموں کے ساتھ سرگرمیوں کے لیے بہت سارے امکانات بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے کچھ کو مثال کے طور پر تفصیل کے ساتھ منصوبہ کی شکل دی گئی ہے۔ آپ خود بھی بتائی گئی سرگرمیوں کو وسعت دے سکتے ہیں اور اپنے ڈھنگ سے نئی سرگرمیوں کا منصوبہ بنا سکتے ہیں۔ آپ کی بنائی ہوئی ایسی سرگرمیاں بچوں کو ابتدائی خواندگی کے سیاق میں خود کفیل بنانے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی پڑھنے اور اپنی بات کو لکھ کر بتانے کا لطف بچوں کو عطا کریں گی۔

بچوں کو ابتدائی دور میں لکھنے کے مواقع اور لکھنے کی صلاحیت کو فروغ دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو اپنے خیالات اور من گھڑت باتوں اور کہانیوں کو کہنے کی آزادی ہو۔ کلاس کا ریڈنگ کارنر اس میں مددگار ہوتا ہے۔ بچوں کو دی گئی پڑھنے کی آزادی انھیں لکھنے کی جانب ضرور راغب کرتی ہے۔ آزادانہ طور پر لکھنے میں شامل بچے اپنے لکھنے کو وسعت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ پرائمری ختم کرنے کے دوران وہ اپنی لکھی ہوئی چیزوں کو شائع کرنے کے موقعے بھی تلاش کرنے لگتے ہیں۔ یہاں پر ہندی کی مصنفہ آشا پورنادیوی کی کہی ہوئی باتیں یاد آتی ہیں۔ آرام دہ اور یادگار بچپن کو یاد کرتے ہوئے آشا پورنادیوی لکھتی ہیں۔ ”لکھنے میں ہاتھ ڈالا،

میری بچپن کی سب سے بڑی کمزوری یہ چیز ہی تھی۔ لائن کھینچی ہوئی کاپی۔ دو آنے میں دولتی تھیں۔ پیسے ملتے ہی میں اس خواہش کو پورا کرتی تھی۔ میرے لیے کاپی خریدنے سے ہی پیسہ کارآمد ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ بھیا کی ایک کھوئی ہوئی کتاب ڈھونڈنے پر انھوں نے مجھے ایک موٹی سی کاپی انعام میں دی تھی۔ گرچہ بھائی بھی اس وقت اسکول کا طالب علم ہی تھا۔ تب بھی اس نے اپنے ٹفن کا پیسہ جوڑ جوڑ کر مجھے وہ انعام دیا تھا... آہا! اس دن مجھے سورگ کے دیوتا کے برابر لگا تھا اور وہ رول دار کاپی! جنت کا ایک ٹکڑا۔ آج بھی وہ یاد جیسے میرے دل میں چمک رہی ہے۔

میرا بچپن - آشا پورنادیوی

یہ بھی تو بچپن کی بات ہے۔ صرف تیرہ برس کی عمر میں بڑی ہمت کے ساتھ اسی تحریر کو ایک ایڈیٹر کے دفتر میں بھیج دیا۔ فوراً وہ چھپ گیا۔ ایڈیٹر موصوف نے پھر خط بھی لکھا — ”بہت اچھا لکھا اور لکھو۔ ہمیں بھیجتی رہو۔“

اب بتاؤ، کیا وہ وقت اچھا نہیں تھا۔ اگر وہ اتنے متاثر نہ ہوتے، اگر پہلے لکھے ہوئے مضمون کو کوڑے کی ٹوکری میں ڈال دیتے، بار بار مجھ سے ہوا نہ مانگتے تو آشا پورنادیوی کو ”آشا پورنادیوی“ بننے میں نہ جانے کتنا وقت لگ گیا ہوتا۔ بد قسمتی سے زیادہ تر بچے بچپن کی ان کامیابیوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نہ تو استاد اتنے پر جوش ہیں اور نہ ہی بچوں کے پاس لکھنے کے ذرائع اور وسعت کے مواقع۔ یہ تو

لکھنے کی شروعات۔ ایک مکالمہ

آنکھوں دیکھی سچائی ہے کہ لکھنے کے لیے کاغذ اور دوسری چیزیں بھی بچوں کو مہیا نہیں ہیں۔
 ایسے میں بہت ضروری ہے کہ اساتذہ کے ساتھ پورے سسٹم کے رویے میں تبدیلی لائی جائے۔
 مہتر اپروچیکٹ کے تحت اسکولوں میں لکھنے کی اشیا، کتابیں، بچوں کا ادب وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے اور
 اس کے نتائج بہت اطمینان بخش رہے ہیں۔ بچوں کے آزادانہ طور پر لکھنے، تصویروں کے ذریعے لکھائی
 نے جہاں ہمیں متاثر کیا وہاں اس سے حاصل شدہ لطف کو ہم شاید کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ اس میں
 اساتذہ اور کلاس سے وابستہ کئی افسروں کے کردار اور تعاون خاص ہیں۔

روپا ہاتھی

یہ تجربہ جماعت میں کہانی ”روپا ہاتھی“ سنانے کا ہے۔

استاد نے کہانی کو سمجھ کر پڑھا اور سرگرمیوں کا خاکہ بنایا۔ بچوں کے ساتھ مل کر انہوں نے سرگرمیاں کروائیں۔ استاد کے منصوبہ میں لچیلاپن ہے۔ پڑھنے لکھنے سے متعلق سرگرمیاں متنوع اور دلچسپ ہیں۔

آپ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کہانیاں، نظمیں اور دوسرے ادب (بچوں کا) پڑھیں اور منصوبے کا خاکہ تیار کریں۔ جماعت کا ماحول، بچوں کی دلچسپی اور اپنے ٹائم ٹیبل کو دھیان میں رکھتے ہوئے منصوبہ میں ردوبدل کی گنجائش رکھیں۔

”روپا ہاتھی“ ایک ہاتھی اور اس کی دوست چڑیا کی کہانی ہے۔ آج روپا بہت ادا اس ہے، کیونکہ اس کو اپنا جسم خوب صورت نہیں لگ رہا ہے۔ ”میں ایک بھورے ٹب جیسا ہوں۔“ وہ کہتا ہے۔ جیس جی چڑیا اس کا دکھ دور کرنے کا ایک انوکھا طریقہ سوچتی ہے۔ وہ چڑیا گھر کے باقی جانوروں سے مدد مانگتی ہے۔ سبھی جانور خوشی خوشی اپنے رنگ روپا کو دے دیتے ہیں۔ روپا رنگ برنگ بن کر خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ لیکن چڑیا گھر میں آنے والے بچے اس کے اس روپ کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔ اب روپا ان رنگوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ پانی میں کود کود کر سارے رنگ مل کر دھو دیتا ہے۔

”روپا ہاتھی“ کہانی بچوں کو بہت دلچسپ لگتی ہے۔ پرندوں اور جانوروں سے متعلق کہانیاں بچوں کو فطری طور پر اچھی لگتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کو ان مشکل آزمائشوں سے گزرنے کے حل کرنے کے ذرائع بھی فراہم کرتی ہے جن کا انھیں کبھی نہ کبھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کہانی میں کئی باتیں ایسی ہیں جنہیں پڑھتے ہوئے بچے کہانی کے کرداروں میں دفعتاً اپنے دل کی جھلک دیکھنے لگتے ہیں۔ دوستوں کا ایک دوسرے کے بغیر کسی غرض سے مدد کرنا، ایک ایسی خاصیت ہے جو کسی بھی بچے کی زندگی کا ضروری حصہ ہے۔ اس کے علاوہ رنگ برنگ ہاتھی کو دیکھ کر بچے کیوں ڈر گئے ہوں گے، یہ بات بھی وہ محسوس کر سکتے ہیں۔

اس کتاب میں ہر صفحہ پر رنگین تصاویر ہیں جو اسے زیادہ پرکشش بناتی ہیں۔ ہر صفحہ پر چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جو بڑے حروفوں میں چھاپے گئے ہیں۔ کہانی مکالمہ پر مبنی ہے اور اس کی زبان آسان ہے۔ ان سب وجوہ سے بچوں کو اسے پڑھتے ہوئے الجھن یا پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

میں جیسے ہی پہلی جماعت میں داخل ہوا، بچوں کی گہما گہمی رک سی گئی۔ سب کی نظریں میرے ہاتھ میں موجود اس کتاب کی طرف تھیں جسے وہ پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے تجسس کو بھانپ کر کتاب کو اس طرح پکڑ لیا کہ سبھی اس کو آرام سے دیکھ سکیں۔ پھر میں نے بچوں کو بتایا کہ یہ کتاب میں ان کے لیے ہی لایا ہوں۔ میں نے کتاب کا نام بتایا۔ نام بتاتے وقت میں نے انگلی کے اشارے سے دکھایا کہ وہ نام میں کہاں سے پڑھ رہا ہوں۔ بچوں کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ یہ کتاب میں ان کے لیے لایا ہوں تو وہ سب اس کو لینے کے لیے بے تاب ہو گئے مگر کتاب ایک تھی اور بچے بچاس! میں نے ان کو خاموش کرنے کی کوشش کی اور مشورہ دیا کہ پہلے میں انھیں کہانی پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ اس کے بعد سب کو باری باری کتاب پڑھنے کے لیے مل جائے گی۔

میں نے کہانی کو مناسب رفتار اور جذبے کے ساتھ پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ میں کوشش کر رہا تھا میری آواز اتنی بلند ہو کہ سبھی بچوں تک پہنچ جائے۔ میں اتنی جلدی جلدی بھی نہ پڑھ دوں کہ کہانی کا مزہ ہی ختم ہو جائے۔ میں خود بھی کہانی کا اتنا زیادہ مزہ لے رہا تھا کہ کہانی سناتے سناتے کب ہاتھوں اور منہ کے اتار چڑھاؤ کے ذریعے میں اداکاری کرنے لگا، یہ معلوم ہی نہیں ہوا! بچے بھی مسحور ہو کر کہانی سن رہے تھے۔ کہانی سناتے ہوئے میں بچوں کو تصاویر بھی دکھاتا جا رہا تھا۔ تصاویر دکھاتے وقت میں تھوڑا ٹھہر جاتا۔ بچے تصویر دیکھتے اور کوئی بچہ اپنے پاس والے بچے کے کان میں تصویر کے بارے میں کچھ کہہ کر کسی بات کی جانب اس کی توجہ مبذول کرتا۔ میں اسی جادو بھرے ماحول میں کہانی کی آخری سطر تک پہنچ گیا۔ ”پھر وہ چلے چڑیا گھر کی طرف جانوروں سے ملنے۔“

بچوں کو جب کوئی کہانی اچھی لگتی ہے تو وہ اس کو دوبارہ سننا چاہتے ہیں۔ میں نے بچوں سے کہا ”میں کل پھر یہ کہانی سناؤں گا لیکن ابھی کچھ اور دلچسپ کام کر لیتے ہیں۔ اس

کہانی کا جو حصہ آپ کو سب سے اچھا لگا، اس کی ہم تصویر بنائیں گے۔ میں کہانی کی وجہ سے جو ماحول قائم ہوا تھا اس کو برقرار رکھنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے کہانی سے ہی متعلق تصویر بنانے کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے بچوں کو گروپ میں کام کرنے کا مشورہ دیا تاکہ یہ کام آسانی سے اور زیادہ بہتر ڈھنگ سے کیا جاسکے۔ گروپ میں کام کرتے ہوئے بچے ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے، بات چیت کریں گے، ایک دوسرے سے سیکھیں گے اور مل جل کر کام کرنے کے مناسب طور طریقے بھی سمجھیں گے۔ اس کے ساتھ ہی انھیں کئی عملی پریشانیوں سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔ جیسے رنگوں یا سامان کی کمی وغیرہ۔ پوری جماعت جلد ہی تصویر بنانے میں مصروف ہوگئی۔ میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ ہر ایک گروپ کے بچے باری باری گیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک بچہ کتنی باریک بینی سے اپنے خیالات کو کاغذ پر اتارنے میں مصروف ہے۔ تصاویر کے نام دیتے اور ان کو لکھنے میں بھی میں نے بچوں کی مدد کی۔

اگلے دن مجھے بچوں کو یاد نہیں دلانا پڑا۔ میں جیسے ہی جماعت میں داخل ہوا، بچوں نے ”روپا ہاتھی“ کی فرمائش کر دی۔ میں پہلے سے ہی سوچ کر آیا تھا کہ آج کہانی کچھ الگ طریقے سے پیش کی جائے گی۔ میں نے بچوں کو یاد دلایا کہ کل انہوں نے اپنے اپنے گروپ میں تصویریں بنائی تھیں۔ میں نے ہر ایک گروپ میں سے ایک نمائندہ کو تصویر کے ساتھ جماعت کے سامنے مدعو کیا۔ اب بچے جماعت کے سامنے چھ کہانی کی چھ تصاویر کے ساتھ کھڑے تھے۔ میں نے ان بچوں سے کہا کہ وہ سب بچوں کو بتائیں کہ ان کی تصویر میں کیا کچھ دکھایا گیا ہے۔

وہ ایک ایک کر کے اپنی اپنی تصویر کے بارے میں بتانے لگے۔ اگر وہ کچھ بھول جاتے تو ان کے ساتھی یا دولا دیتے۔ سب بچوں کی باری آنے کے بعد میں نے ان بچوں کو تصویر دیوار پر لگانے کا مشورہ دیا۔ لیکن ٹھیک کہانی کی ترتیب میں! اس کے لیے میں نے انھیں ٹیپ بھی دی۔ کچھ تصویروں میں اتنے کچھ مسائل دکھائے گئے تھے۔ یہ طے کرنا بہت مشکل تھا کہ یہ کس جگہ پر لگائی جائیں۔ ایسی تصویروں کے لیے بچوں سے ہی فیصلہ کرنے کے لیے کہا گیا کہ وہی بتائیں کہ ان تصاویر کو کہاں لگانا مناسب ہوگا۔ اس کے بعد ان تصویروں کی مدد سے میں نے کہانی کو دوبارہ سنانا شروع کیا۔ کہانی آدھی ختم ہونے کے

بعد میں رک گیا اور بچوں کے سامنے کہانی مکمل کرنے کا چیلنج رکھا۔ میں نے ایسی ترکیب بھی سوچی تاکہ سب بچوں کو کچھ نہ کچھ کہنے کا موقع مل جائے۔ میں نے مشورہ دیا کہ ہر ایک بچے آگے کی کہانی میں ایک جملہ جوڑ کر کہانی کو آگے بڑھائے گا۔ اس طرح سے ایک ایک جملہ جوڑتے جوڑتے کہانی مکمل ہوگئی۔

اگلے ہفتے کی بات ہے۔ میں درسی کتاب میں سے ایک کہانی پڑھ کر سنارہا تھا۔ کہانی کا نام اس کہانی کے ایک کردار پر مبنی تھا۔ کہانی سنا کر مجھے ”روپا ہاتھی“ کی یاد آگئی۔ میں نے بچوں سے پوچھا ”کیا تم نے کوئی اور کہانی پڑھی یا سنی ہے جس کا نام کہانی کے کسی انسان، جانور یا پرندے پر رکھا گیا ہو؟“ میرا سوال ختم ہونے کی دیر تھی کہ بچے جوش کے ساتھ بولے ”روپا ہاتھی!“، ”بالکل صحیح۔ اب یہ بتاؤ، اس ہاتھی کا نام روپا ہاتھی کیوں پڑا ہوگا؟“

کئی طرح کے جواب ملے۔

- وہ بہت خوب صورت تھا۔
- وہ خوب صورت نہیں تھا۔
- اس کو جس نے پکڑا اس نے نام رکھ دیا ہوگا۔
- اس کی مٹی نے رکھا ہوگا۔

پھر میں نے کہانی کے باقی کرداروں کے ناموں پر بھی گفتگو کی۔ آہستہ آہستہ بچوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ کوئی کیسا دکھائی دیتا ہے، کہاں رہتا ہے یا اس کا اخلاق کیا ہے وغیرہ پر نام پڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے بچوں سے ایک جدول میں نام لکھنے کے لیے کہا۔

رنگوں کے نام پر	کھانے پینے کی چیزیں — ذائقے کے نام پر	جگہ کے نام پر	عادت کے نام پر
ہریل	مٹھو	بھوپالی	اکڑو

مختلف طرح کے دلچسپ ناموں سے پوری جدول بھر گئی۔ اب میں نے ”روپا ہاتھی“ کی کہانی کو اپنے دل سے کوئی اور نام دینے کے لیے کہا۔ بچوں نے طرح طرح کے ناموں سے پورا بلیک بورڈ بھر دیا۔ میں آج دوبارہ ”روپا ہاتھی“ کہانی کو پڑھ رہا ہوں۔ کتنا کچھ ہے اس کہانی میں جس کے بارے میں بچوں سے بات کی جاسکتی ہے، ان کے تجربات کو بانٹا جاسکتا ہے، ان کی یادوں کو چھیڑ کر انھیں لکھی ہوئی شکل دی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر بچوں سے باتیں کی جاسکتی ہیں، چیس جی روپا کے کان پر ہی کیوں بیٹھی؟ اس کے بیٹھنے کے لیے کون سی جگہ اس سے بھی بہتر ہوگی؟ چیس جی چڑیا کی کون سی باتیں تمہیں اچھی لگیں؟ اس نے شیر کو نمستے کیوں کہا باقی جانور اور پرندوں کو کیوں نہیں! رنگ برنگ ہو جانے کے بعد ”روپا ہاتھی“ نے اپنا مقابلہ شادی کے شامیانے سے کیوں کیا؟ شامیانہ کسے کہتے ہیں؟ وغیرہ۔

”روپا ہاتھی“ میں بچوں کی دلچسپی دیکھ کر میں نے بچوں کی مدد سے کچھ نقاب تیار کر لیے۔ ”ان سے کیا کریں گے سر؟“ تنو نے پوچھا۔ ”ان سے ایک ڈراما کھیلیں گے۔“ میں نے راز کھول دیا۔ بچے خوشی سے اچھل پڑے۔ سب روپا ہاتھی بننا چاہتے تھے۔ ایک بچے نے شیر، تو ایک لڑکی نے چیس جی بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ جس کی اداکاری کرنا چاہتے ہیں، اس کردار کا نام اور اپنا نام پرچی پر لکھ کر دے دیں تاکہ سارا کام آسانی سے ہو جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیں کہ وہ اس کردار کی اداکاری کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ میں کافی تعداد میں پرچیاں بنا کر لے گیا تھا لیکن وہ کم پڑ گئیں اور ضرورت پڑنے پر جلد جلد کچھ اور پرچیاں بنا لیں۔ بچوں نے دو منٹ میں اپنی پرچی پر اپنی پسند لکھ دی۔ میں نے سہولت کے لیے کچھ خالی ڈبے میز پر رکھ دیے جن پر پہلے ہی کرداروں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

مٹھو

راجا

چیس جی

روپا

بچوں نے اپنی اپنی پرچیاں مناسب ڈبے میں ڈال دیں۔ سب سے زیادہ پرچیاں روپا اور چیس جی کے ڈبے میں ہی تھیں مگر سب کو تو روپا اور چیس جی کردار نہیں دیے جاسکتے تھے۔

میں نے ڈراما بھی گروپ بنا کر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اب میں نے ہر ایک ڈبے میں سے ایک ایک

لکھنے کی شروعات۔ ایک مکالمہ

پرچی بنائی۔ یہ گروپ نمبر ایک۔ اسی طرح کچھ اور گروپ بن گئے۔ سبھی بچوں کو لگ بھگ ان کی پسند کے کردار بننے کا موقع مل رہا تھا۔ کچھ بچے اب بھی الجھن میں تھے کہ کیا بنیں یا کیا نہ بنیں۔ کچھ بنیں بھی یا نہ بنیں۔ ان کو میں نے اپنی طرف سے کردار دے دیے۔

ہر ایک گروپ جب اپنی اداکاری پیش کرے گا، تب سامعین میں سے ہی کچھ بچے جڑیا گھر میں گھومنے آئے بچوں کے کردار بھی نبھائیں گے۔

بچوں کو کہانی اچھی طرح یاد تھی۔ اپنا کردار نبھانے میں انہیں کسی خاص پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اگلے دن میں نے اداکاری کرنے کا ایک اور چیلنج بچوں کے سامنے رکھ دیا۔ میں نے کچھ پرچیاں تیار کر لیں جن پر کسی جانور پرندے کا نام لکھا تھا۔ ایک ایک کر کے ہر بچے کو ایک پرچی اٹھا کر اس پر لکھے جانور پرندے کی اداکاری کرنی تھی۔ کسی پرچی پر ”روپا“ یا ”مٹھو“ جیسے متعارف نام بھی لکھے تھے۔ باقی بچوں کو اندازہ لگانا تھا کہ اس بچے کی پرچی پر کیا لکھا تھا۔

اسی کھیل کو مختلف طریقوں سے کروایا جاسکتا ہے۔ کچھ دنوں بعد میں نے یہ کھیل دوبارہ کروایا، میں نے جانور اور پرندوں کے ساتھ کچھ بے جان چیزوں کے نام والی پرچیاں بھی بنالیں۔ اس پر میں نے ”ہینڈ پمپ“، ”کار“، ”پکھا“، ”کرسی“ وغیرہ نام لکھ دیے۔ سوچیے، ان بچوں کے چہرے کے جذبات کیسے رہے ہوں گے جب ان کو انہیں کی اداکاری کرنی پڑی۔ اس ذرا سے رد و بدل سے انہیں نئی قسم کے آزمائش بھی مل گئی اور تازگی کا احساس بھی ہو گیا۔

ایک دن میں نے بچوں کو ایک پہیلی بنا کر سنائی۔

بھورا بھورا کالا، کالا لمبی سی ناک والا

بتاؤ کون؟

بچے فوراً بھانپ گئے۔ بولے۔ روپا تھی!

”بالکل ٹھیک۔“ اچھا، ایک اور پہیلی بوجھو۔

”لکڑی ہوں پر چلتی ہوں، گھستی ہوں پھر چھاتی ہوں۔“

دوسکینڈ لگے، لیکن بچے اس کا بھی جواب سمجھ گئے۔ میں نے کچھ اور پہیلیاں بچھائیں اور بچوں کو بھی کچھ پہیلیاں لکھنے کے لیے پرچیاں دے دیں۔ پھر سب بچوں کی پرچیاں ملا لیں تاکہ ہر بچے کو نئی پہیلی بوجھنے کا موقع ملے۔ اب ایک ایک بچہ آتا اور پرچی پر لکھی پہلی کو سلجھانے کی کوشش کرتا۔ اگر کچھ مشکل آتی تو میں پڑھنے میں مدد کرتا۔ اگر میری بھی سمجھ میں نہ آتا تو میں اس بچے کو پکارتا جس نے وہ پہیلی بنائی ہوتی۔ کہانی بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کی ایک اہم کڑی ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ بچے کہانی سے وابستگی محسوس کرتے ہیں، قصے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ کہانی سننے کے دوران لسانی مہارتوں کے ساتھ ان کا ذہل دینے اور سوچنے سمجھنے کا عمل فعال رہتا ہے۔

سنائی گئی کہانی کے ساتھ تحریر میں دکھانے سے بچوں میں لکھی ہوئی زبان کے تصورات بنتے ہیں اور پڑھنے میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

خاص کہانی سناتے ہوئے کن پہلوؤں پر توجہ دینی ہوگی اور پڑھنے لکھنے کی کیسی سرگرمیاں کروائی جائیں؟ یہ ایشیا مثال کے طور پر ہیں۔ اس کو بنیاد بنا کر ہم دیگر سرگرمیاں بنا سکتے ہیں۔ آہستہ آہستہ سرگرمیوں کا معیار بھی بڑھتا جائے گا یا دیکھیے کہ کہانی کا رخ بنائی گئی سمت (کہانی کے بارے میں) الگ بھی ہو سکتا ہے لیکن کرداروں، قصوں اور کہانی کے انداز پر بحث ضرور کریں۔ کہانی کو بچوں کے بحث و مباحثہ کے دائرے میں ضرور لے کر آئیں۔

ہوشیار رہتے ہوئے صبر سے کام لیں۔ کہانی سے پیدا شدہ بچوں کے خیالات کو سمت دیتے ہوئے پڑھنے لکھنے کی سرگرمیاں کرائیں۔ کہانی سناتے وقت واقعات کی ترتیب کے مطابق آواز میں تبدیلی لائیں۔ بچوں سے ربط رکھیں تاکہ انہیں ایسا لگے کہ آپ کا دھیان کہانی سناتے وقت ان پر ہی مرکوز ہے۔ کہانی سناتے ہوئے ہمارا مقصد یہ ہو کہ بچے کہانی کو سمجھیں، اپنی رائے قائم کریں اور کہانی میں بنی ہوئی دنیا سے وابستگی محسوس کریں۔

ایک تھا چھوٹا سا موٹا سا لوٹا

یہ منصوبہ جماعت میں کہانی ”چھوٹا سا موٹا سا لوٹا“ کو سنانے اور سرگرمیوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

آپ بھی بچوں کی دلچسپی کو نظر میں رکھتے ہوئے کہانیوں اور نظموں کا انتخاب کریں اور سرگرمیاں کرانے کے لیے منصوبہ بنائیں۔

1. میں سب سے پہلے کہانی کو باؤ بھاؤ اور لفظوں کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ پڑھ کر سناؤں گی۔ اس کے لیے میں نے یہ کہانی پہلے دھیان سے پڑھ لی ہے۔ اسے پڑھنے میں مجھے مزہ بھی بہت آیا۔ مجھے لگتا ہے کہ پوری کہانی ایک ساتھ، درمیان میں بغیر بات چیت کے، پڑھنے یا سنانے میں اس کی ترتیب و تسلسل ایک دوسرے سے باہم مربوط رہتے ہیں۔
2. اب میں اس کہانی کی تصویروں کو دکھاتے ہوئے کہانی کہوں گی۔ اس کے لیے مجھے بچوں کو گول گھیرے میں بٹھا کر ان کے ساتھ بیٹھنا ہوگا۔ یہاں ہم تصویروں اور جملوں کے لفظوں پر کچھ بات چیت کر سکتے ہیں، لیکن بات چیت کہانی سے دور نہ لے جائے اس کا مجھ کو دھیان رکھنا ہوگا۔
3. اگلے دن میں بچوں کے درمیان پھر سے کتاب کو لے کر اس کی کہانی پر بچوں کو کیا یاد رہ گیا ہے۔ اس کو دھیان میں رکھ کر بات چیت شروع کروں گی۔ میں نے بورڈ پر اس کہانی کے کچھ لفظوں کو لکھنے کا سوچا ہے۔ اس کے کردار دلچسپ ہیں۔ میں بورڈ پر ”لوٹا“، ”کھمبا“، ”بندر جی“، ”مور“، ”مٹکا“، لکھوں گی۔
4. ہم (ہم یعنی بچے اور میں خود) پھر ان لفظوں کے آگے لگے لفظوں کو یاد (ارے رٹے والا یاد نہیں، یاد کرنے والا یاد) کریں گے اور انھیں بھی بورڈ پر لکھیں گے۔

چھوٹا۔ سا موٹا۔ سا لوٹا

لمبا۔ سا کھمبا

چندر جی بندر جی

ڈور کا چور مور

لٹکا ہوا اٹکا ہوا مٹکا

5. مجھے لگتا ہے اس کہانی کو ہم ڈراما کی طرح بھی کھیل سکتے ہیں، کیونکہ اس میں بندر جی اور لوٹے جی کے مکالمے ہیں۔ کھمبے کو دکھانے کے لیے ایک میز پر مٹکے اور اس کے اوپر لوٹے کو رکھا جاسکتا ہے۔
6. اس کہانی میں آخر میں لوٹا کودتا ہے اور مٹکا پھوٹ کر چور چور ہو جاتا ہے۔ تو کیا لوٹا مٹکے پر کودا ہوگا؟ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اسے بچوں سے پوچھا جاسکتا ہے۔
7. ویسے لفظوں سے کھیلنا اس کہانی میں بہت ہوا ہے، تو میں سوچتی ہوں کہ ہم کچھ نئے لفظوں کو لے کر بھی ان کی تک ملانے والا کھیل، کھیل سکتے ہیں، جیسے - مکڑی کے لیے - مکڑی پر بیٹھی مکڑی آلو کے لیے - چالو آلو
- اسی طرح کچھ اور لفظوں کی بھی تنگ ملائی جاسکتی ہے۔ واقعی یہ کہانی کتنی مزے دار ہے! کبھی وقت ملا تو چھوٹا سا موٹا سا لوٹا اور لمبا سا پتلا سا لوٹا کی تصویر بنوا کر ہم ایک نئی مزے دار کہانی بنانے کی کوشش کریں گے۔

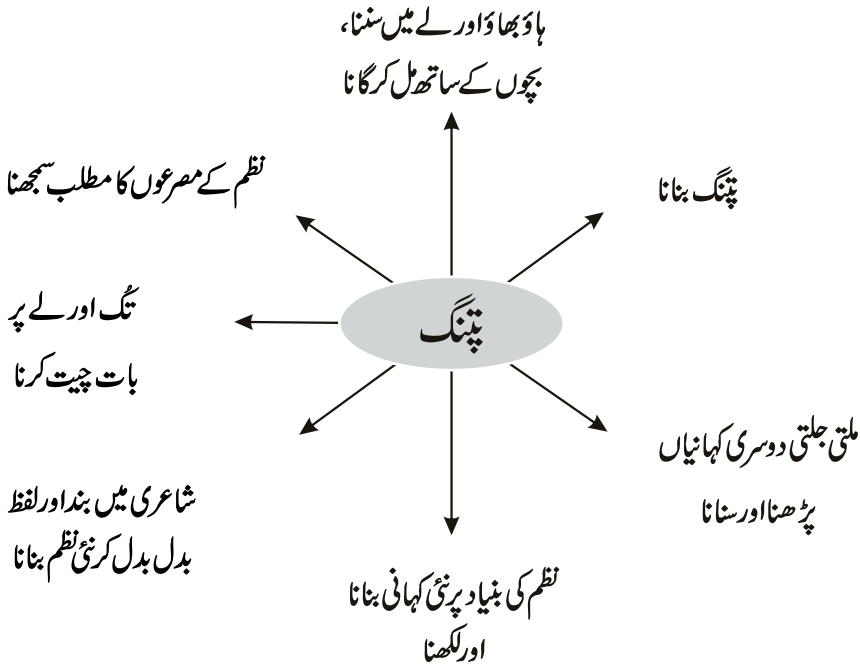
پتنگ

نظم کا نام — پتنگ

شاعر — پریاگ شکل

تعارف - ”پتنگ“ ایک دلچسپ نظم ہے۔ مصرعوں میں لے اور پتنگ اڑانے کا مزہ چھپا ہوا ہے۔ یہ نظم پریاگ شکل نے لکھی ہے۔ پریاگ شکل بچوں کے لیے نظمیں لکھتے ہیں۔ آپ ان کے اور دوسرے شعرا کی نظموں کے مجموعے بھی پڑھیے۔ نظموں کا استعمال جماعت میں پڑھنا لکھنا سیکھنے کے مواقع بچوں کو دینے کے لیے کیجیے۔

سرگرمیوں کے انتخاب کے لیے امکانات



منصوبہ

ہم جانتے ہیں کہ ایک نظم میں بئے ہوئے احساس اور سُر میں ایک طرح کا تال میل ہوتا ہے۔ نظم خود میں سموائی ہوئی موسیقی سے قاری کو دو سطحوں پر متاثر کرتی ہے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ بچوں کے ساتھ مل کر نظموں کو گائیں، سنیں اور ان کی آوازوں اور سروں کا لطف اٹھائیں۔ ساتھ ہی اس کے انداز کو کچھ اس طرح سے سمجھیں کہ بچوں کو اس میں اپنی ہی زندگی کی جھلک دکھائی دینے لگے۔ پتنگ اڑانے سے متعلق بچوں کے تجربوں پر بات کریں۔

پہلا دن

- نظم کو ہاؤ بھاؤ کے ساتھ لے میں گائیں۔
 - نظم کو بچوں کے ساتھ مل کر جوش اور پورے جذبہ کے ساتھ گائیں۔
 - نظم کے لفظوں (سرسر، فر فر...) میں سے نکل رہی آوازوں کی طرف بچوں کا دھیان دلائیں۔
 - بچوں کو ان آوازوں کو محسوس کرنے کا وقت دیں۔
- آپ جانتے ہیں کہ اس طرح کی نظمیں جن میں آواز کی اہمیت ہوتی ہے، دل میں لہر پیدا کرتی ہیں۔ آپ چاہیں تو پہلے دن کی سرگرمیوں کو یہیں تک محدود رکھیں۔

دوسرا دن

دوسرے دن کے لیے کام کا منصوبہ بناتے وقت احتیاط کی ضرورت ہے۔ آپ کو کام کا منصوبہ بناتے وقت یہ واضح ہوگا کہ —

- آپ بچوں کو پڑھنے لکھنے کا موقع دے رہے ہیں۔
- آپ بچوں کو دل کی بات کہنے اور لکھنے کی آزادی دے رہے ہیں۔
- پڑھنے لکھنے اور اظہار سے ملنے والی مسرت کو آپ محسوس کر رہے ہیں
- ایسا کرنے سے آپ کہیں گے انہیں خواندگی کے لیے خود کفیل کر رہے ہیں۔

دوسرے دن لے کے ساتھ صبح ٹھراؤ اور رفتار کے ساتھ نظم گائیں

- پتنگ اڑانے اور ایک دوسرے کی پتنگ کاٹنے کا جو کھیل کھیلا جاتا ہے۔ اُس پر بات چیت کیجیے۔
 - پتنگ بازی کے قصے اور کہانیاں سنائیں اور بچوں سے سنیں بھی۔
 - بچوں کے ساتھ مل کر پتنگ اڑانے اور پتنگوں کی لڑائی پر ایک کہانی کا خاکہ تیار کریں۔
- (دوسرے دن کے لیے شاید تاہی کافی ہوگا۔ ایسا فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں لیکن فیصلہ کرتے وقت دھیان رکھیں کہ سرگرمی ایک منزل یا سطح تک پہنچ جائے اور اس نظم سے اور بہت کچھ کرنے کا شوق اور اشتیاق برقرار رہے)

تیسرا دن

پھر سے نظم پڑھیں اور گذشتہ دن کی سرگرمی کو دہرائیں۔

ان مصرعوں کو پڑھنے سے ہوا میں لرزش ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ لفظوں کی تکرار سے یہ احساس اور بھی قومی ہوتا ہے اس لیے نظم کو صحیح زیروزبر کے ساتھ پڑھیں۔

بچوں سے ایسی چیزوں کے بارے میں بات چیت کریں جو سڑ، پھرت سے ہوا میں اڑ جاتی ہیں جیسے -

- جہاز کا ہوا کو چیر کر آسمان میں اڑنا - کیسی آوازیں نکلتی ہونگی، بچوں سے اندازہ لگانے کے لیے کہیے۔ (شوں... وغیرہ)

- آواز کی بنیاد پر ایک نئی تگ بندی والی نظم تیار کی جاسکتی ہے۔ پرندوں کا آسمان میں اڑان بھرنا، درختوں کا ہوا میں لہرانا، سائیں، سائیں کی آوازیں وغیرہ جیسی دوسری آوازوں کا اندازہ کرنا۔ کچھ ایسی مثالیں آپ بھی لکھیں۔

لڑنے میں جٹی پتنگ...

ان مصرعوں پر بات چیت کریں۔

اب دوسرے دن، بنائی کہانی کی شکل کو مکمل کریں۔ پتنگوں کو نام دیں اور تصویر بنوائیں۔
 کچھ اور بات چیت کریں جیسے اگر ہم میدان میں کھڑے ہو کر یا گھر کی چھت پر سے پتنگ اڑا رہے
 ہیں تو پتنگ کٹ کر کہاں کہاں گر سکتی ہے۔ بچوں سے پوچھیں کہ لوٹی گئی پتنگ کو کیا نام دیا جاسکتا ہے جیسے
 کہ انعام والی پتنگ، جیتی پتنگ، وغیرہ۔

آپ چاہیں تو ایک دو دن کے توقف کے بعد پھر سے نظم پروا پس آئیں۔ کوئی بھی نئی سرگرمی کروانے
 سے پہلے نظم کو ضرور دہرائیں۔ اب بچوں کے ساتھ مل کر جماعت میں پتنگ بنانے کے لیے سامان کی
 فہرست بنائیں۔ - ماجھا، ڈور، پونچھ، پتنگ کا کاغذ وغیرہ۔ یہ فہرست جماعت کی دیوار پر لگائیں۔

یہ سرگرمی پوری جماعت کے ساتھ کر پانا ممکن نہیں ہوگا۔ آپ کچھ بچوں کو موقع دیں۔ فہرست میں
 پتنگ بنانے والے گروہ کے بچوں کا نام لکھیں۔ علاوہ ازیں بچوں کو دیکھنے کا موقع دیں۔ مستقبل میں
 بچوں کے لیے الگ الگ گروپ کو سرگرمیاں کرنے کا موقع دیتے رہیں۔

پتنگ بن جانے کے بعد اگر ممکن ہو تو بنانے والے گروپ کو اسے اڑانے کا موقع دیں۔ بچے ان پر
 کچھ لکھنا بھی چاہیں گے۔ - جاننے کی کوشش کریں۔ انہیں لکھنے میں مدد کریں۔

• اگر بچے اپنی اپنی پتنگ بنا رہے ہیں تو ان کو اپنے دوست، رشتہ دار وغیرہ کو پتنگ پر چٹھی لکھنے کو بھی
 کہا جاسکتا ہے۔ (پتنگ بنانے کے لیے، برکھا تدریسی سیریز کی کتاب ”پتنگ“ کی بھی مدد لی
 جاسکتی ہے)

• سبھی بچے کون کون سے کھیل کھیلتے ہیں۔ اس کی جماعت میں ایک فہرست بھی بنائی جاسکتی ہے جسے
 جماعت میں لگایا جاسکتا ہے۔

اس سرگرمی کو وسعت دینے کے لیے برکھا حروف تہجی کی ”پہپنی“ اور ”پتنگ“ پر بات چیت کریں۔
 پہپنی بنانے کی ترکیب کو بچوں سے سنیں، ہو سکے تو پہپنی بنوائیں۔

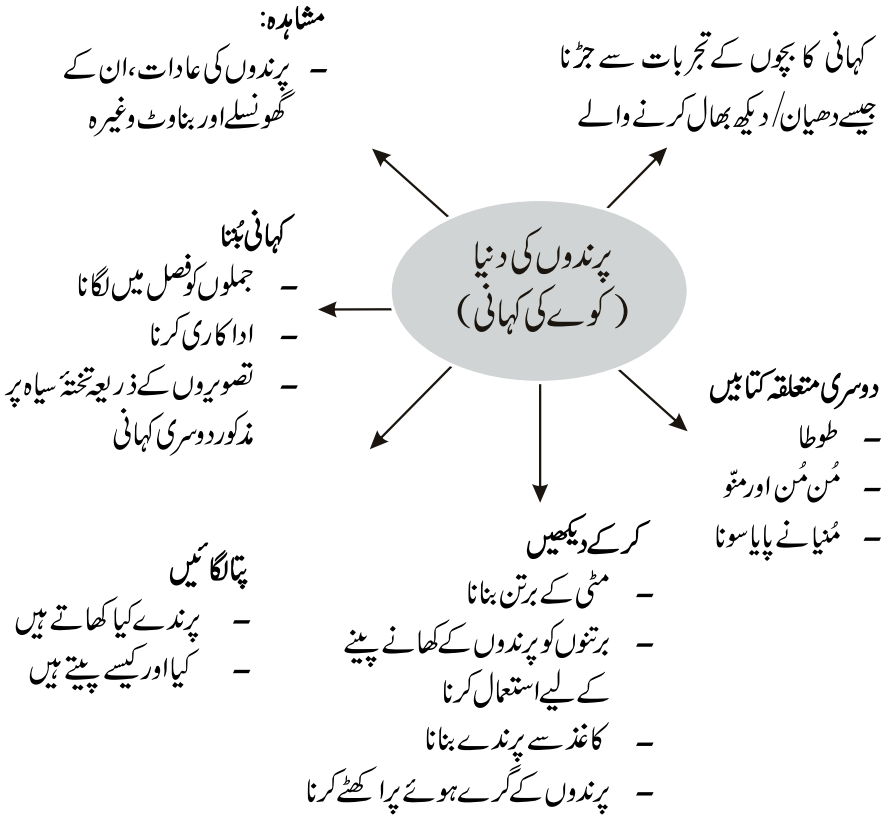
بچوں کے دل میں یہ بات لانے کی کوشش کریں کہ جماعت میں ہم کچھ بنانا بھی سیکھ رہے ہیں۔

کوے کی کہانی

کتاب کا نام	—	کوے کی کہانی
مصنف اور مصور	—	پودھ جیت سین گپتا
طباعت	—	نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

تعارف - یہ ایک تصویری کہانی ہے۔ اس کہانی کا کردار ایک کوا ہے۔ کوووں نے تینکے تینکے جوڑ کر گھونسلا بنایا اور اس میں انڈے دیے۔ وہ اپنے انڈوں میں سے نکلے بچوں کی دیکھ بھال کرتا رہا جب تک کہ وہ اڑنے کے لائق نہیں ہو گئے۔

سرگرمیوں کے امکانات



پہلا اور دوسرا دن — کہانی بنانا

- استاد کہانی کا نام بورڈ پر لکھ کر بچوں کو کہانی میں کیا ہوگا، اس کا اندازہ لگانے کا موقع دیں۔
- کتاب کی تصویروں کی مدد سے بچوں کے ساتھ مل کر کہانی بنائیں۔

(i) چونکہ یہ تصاویر پر مبنی کہانی ہے اور بچے پہلی مرتبہ تصویروں سے رو برو ہو رہے

ہوں گے اس لیے ان کے الگ الگ اندازے بھی تسلیم کریں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے اندازے کے پیچھے کی سوچ کے اظہار کا بھی انھیں موقع دیں۔

(ii) یہ ضروری ہے کہ استاد پہلے سے کسی سوچی سمجھی کہانی کی طرف بچوں کو لے کر جانے کی

کوشش نہ کریں بلکہ مسلسل آگے کی کہانی کے بارے میں معلوم کرنے کا تجسس خود دکھائیں اور بچوں میں بھی اس کو برقرار رکھیں۔

(iii) بچوں کو کہانی کے کرداروں کو نام دینے کی آزادی بھی دیں۔ کہانی سے آگے بڑھتے

ہوئے بچوں کو اپنے تجربات کو ظاہر کرنے کا موقع دیں۔ ان تجربات میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہو سکتی ہیں۔ کیا بچوں کے گھر میں بھی پالتو جانور اور پرندے ہیں؟ ان کی دیکھ بھال کون اور کیسے کرتا ہے؟ کیا بچے اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں؟ کیسے؟

- آخر میں کتاب کا نام پلیٹن بورڈ پر پڑھی گئی کتابوں کی فہرست میں لکھ دیں اور کتاب کو پڑھنے کے کونے میں بچوں کے دیکھنے اور پڑھنے کے لیے رکھ دیں۔

تیسرا دن — کہانی لکھنا اور پڑھنا

بچوں کے ساتھ مل کر بچی گئی کہانی کو ان کے ہی لفظوں میں چارٹ پر لکھ دیں اور انگلی رکھ کر پڑھ کر سنائیں۔

چوتھا، پانچواں اور چھٹا دن – مشاہدہ

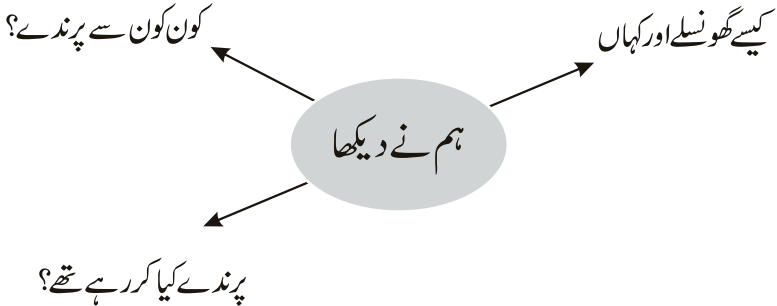
کہانی سے جوڑتے ہوئے اور اس کو آگے بڑھاتے ہوئے بچوں کو پرندوں سے متعلق ان کے مشاہدے کی تجربوں پر بات چیت کرنے کا موقع دیں جیسے۔ پرندے کیا کیا کرتے ہیں، انہیں آپ نے کہاں کہاں دیکھا ہے، گھونسلے کہاں دیکھے ہیں وغیرہ۔ مشاہدہ کا ایک ذریعہ مقامی سیر و تفریح بھی ہو سکتا ہے، منصوبہ بنا کر بچوں کو بتائیں۔ استاد پہلے سے ہی اسکول کے آس پاس کوئی ایسا مقام تلاش کر سکتے ہیں جہاں پرندوں کے گھونسلے ہوں اور وہاں بچے اکٹھا ہو جائیں۔

بچوں کے مشاہدہ کو کہانی سے جوڑنے (یکسانیت یا تنوع کی بنیاد پر) کے لیے ترغیب دیں۔

مستقل تجربہ

یہ بحث مقامی سیر و تفریح پر جانے سے ایک دن پہلے بچوں سے کر لیں؟

- سفر سے قبل۔ کچھ ہدایات دینا جیسے۔ کہاں جا رہے ہیں، کیوں جا رہے ہیں اور مشاہدے میں کیا کیا نکات رہیں گے؟
- سفر کے دوران۔ بچے کاغذ اور پینسل کی مدد سے اپنے مشاہدات کو ریکارڈ کر سکتے ہیں۔
- سفر کے بعد۔ استاد بچوں کے ساتھ مل کر مشاہدے کو ایک چارٹ پر ریکارڈ کریں۔ ریکارڈ کرنے کا کام کچھ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔



ساتواں دن - مشاہدے کا چارٹ

مشاہدہ کرنے کے بعد ان کو آگے بڑھاتے ہوئے پرندوں کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں اور وہ کیا جاننا چاہتے ہیں، اس کو لکھ سکتے ہیں۔

میں جاننا چاہتی/ چاہتا ہوں

میں نے جاننا

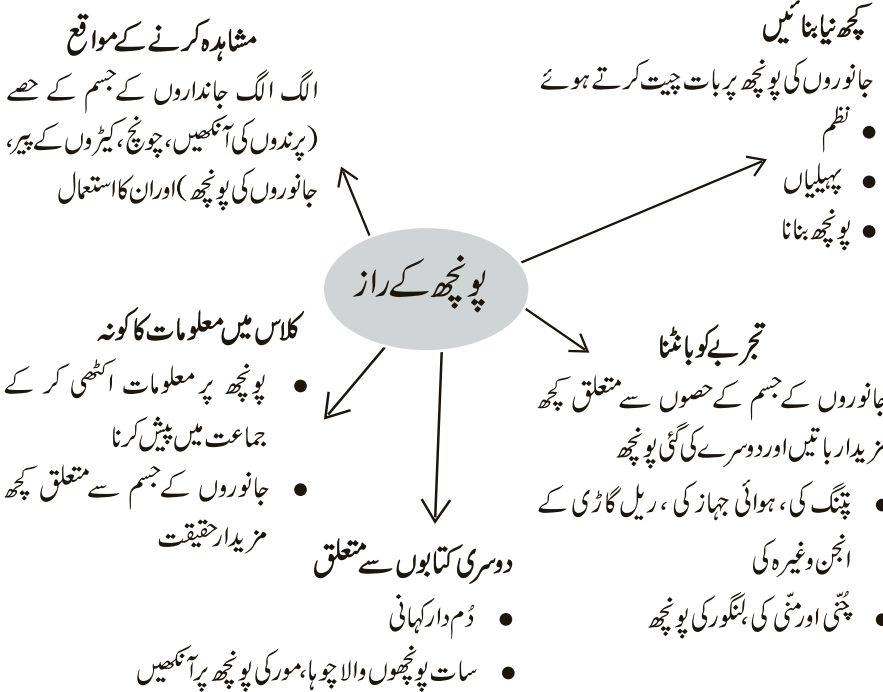
یہ ضروری ہے کہ کلاس میں ایسے مشاہدات اور چارٹ پر لکھی گئی معلومات پر بحث کرنے کے لیے ہر ہفتے کچھ وقت دیا جائے۔

پونچھ

آؤ جانیں ”پونچھ“ کاراز

کتاب کا نام	-	پونچھ
مصنف	-	ہائڈرلیسے آلو
مصوّر	-	اتنورائے
پبلیشر	-	نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

کتاب کا تعارف - اس معلوماتی تصنیف میں مختلف جانوروں کی طرح طرح کی پونچھ کو تصاویر کے ساتھ ایک دلچسپ ڈھنگ سے بیان کیا گیا ہے۔ پونچھ کی شکلیں، بناوٹ اور ان کی کیا خاصیت ہوتی ہے اور یہ جانوروں کے کس طرح کام میں آتی ہے۔ یہ سبھی باتیں، رنگین، مفصل تصاویر کے ذریعے اس کتاب میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی (انسان کی پونچھ) کے بارے میں بھی آخر میں دلچسپ



معلومات ہیں۔ دھیان رہے، اس کتاب کی تصویریں اس کی لکھی ہوئی چیزوں کی کئی باریکیوں کو دکھاتی ہیں۔ اس لیے اساتذہ اس کتاب کو پڑھتے وقت اور مختلف سرگرمیوں میں بھی تصاویر کو اہم مقام دیں۔

سرگرمیوں کے امکانات کچھ اور کہانیوں سے متعلق مور کی پونچھ پر آنکھیں

راجستھان کی یہ لوک کہانی مور کی پونچھ پر لگے عجیب و غریب نشان کے پیچھے کی ایک اہمیت بتاتی ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے کتاب میں لکھی گئی کہانی ذرا لمبی اور اس عمر کے بچوں کی زبان کے نقطہ نظر سے مشکل ہو سکتی ہے۔ لہذا اساتذہ اسے اپنے مطابق مختصر طور پر بچوں کو صرف تصاویر دکھاتے ہوئے سناسکتے ہیں۔

- دُم دار کہانی
- سات پونچھوں والا چوہا

پہلا اور دوسرا دن - پڑھنے سے پہلے کی تیاری

- ایک بڑے چارٹ پر الگ الگ جانوروں کی دُم بنا کر بچوں کو دکھائیں۔ بچوں کو پونچھ دیکھ کر جانور کو پہچاننے کا موقع دیں اور بچوں کے جواب جوں کے توں ہر پونچھ کے ساتھ لکھتے جائیں۔ دھیان رہے کہ اس سرگرمی میں اگر بچوں کے جواب مناسب نہیں بھی ہوں، تو بھی انھیں تسلیم کر کے لکھ دیں۔ یہ وقت بچوں کو تمام معلومات دینے کا نہیں بلکہ آنے والی درسی اشیا کے لیے دلچسپ تیاری کا ہے۔
- اس بحث کے دوران بچوں کو اپنے سابقہ تجربات کو بتانے کا بھرپور وقت دیں۔ کس بچے نے کس بنیاد پر ایک پونچھ کو کسی ایک جانور کا بتایا ہے، یہ بحث بنیادی اور آسان ردعمل کو بڑھاوا دے گی۔
- اب بچوں کو اسکول سے گھر کے راستے میں اور گھر کے جانوروں کی پونچھ کو غور سے دیکھ کر آنے کے لیے کہا جائے۔
- بچوں کو 10-15 منٹ تک اپنے مشاہدے کو کاغذ پر تصویر کی شکل میں اتارنے کے لیے وقت دیں۔

لکھنے کی شروعات - ایک مکالمہ

تصویر بن جانے کے بعد بچوں کو اپنی تصویر کے بارے میں بات کرنے کا موقع دیں۔ بنائے گئے جانور کی دُم کا رنگ، بناوٹ، کوئی دوسری خاصیت وغیرہ ہو سکتی ہے۔ دوسری کلاس کے بچے استاد کی مدد سے تصویر کے ساتھ اپنی بات لکھ بھی سکتے ہیں۔ مگر پہلی کلاس کے بچوں کے لیے استاد خود ہی لکھتا جائے کہ تصویروں کو کلاس میں ان کے نام کے ساتھ پیش کریں۔ اسکول کے دوسرے بچوں کو ان تصویروں کو دیکھنے کا موقع دیں۔ اس سے بچوں کے لکھنے میں اظہار کو تقویت ملے گی۔

استاد بچوں کے مشاہدے کی کوششیں کو سراہیں۔ اس کے ساتھ ہی مزید تلاش یا معلومات کے لیے بھی ان میں جوش بھی دلائیں۔

تیسرا دن اور چوتھا دن - ”پونچھ“ پڑھنا

- کتاب سرورق سے شروعات کرتے ہوئے بچوں کی توجہ اس صفحہ پر بنی تینوں دُموں پر مبذول کروائیں۔ دھیان رہے ”پونچھ“ لفظ میں بھی ایک پونچھ ہے۔
- کتاب پڑھتے ہوئے اور تصاویر سے گزرتے ہوئے اگر بچوں کے اپنے اندازے صحیح ہوتے ہوئے دکھائی دیں تو پڑھنے میں ان کی دلچسپی قائم رہتی ہے۔
- پڑھنے کے دوران بچوں کو الگ الگ طرح کی پونچھ میں فرق اور یکسانیت بتانے کے لیے مشاہدے کا موقع دیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ اندازہ لگانے کا بھی موقع دیں کہ پونچھ کس کس کام آتی ہوگی، جیسے کتے کی دم کبھی ایک جیسی نہیں ہوتی، یہ جملہ پڑھنے کے بعد بچوں کی تصاویر کو دھیان سے دیکھ کر دُم میں فرق پہچاننے کو کہا جائے اور پھر اگلا جملہ پڑھیں۔ اسی طرح سے ”مچھلی کی پونچھ بھی بہت کام کی ہوتی ہے“ یہ جملہ پڑھنے کے بعد بچوں، سے مچھلی کی پونچھ کے فوائد کے بارے میں اندازہ لگانے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔

پانچواں اور چھٹا دن - پڑھنے کے بعد

- مشاہدہ، بحث، نصابی سامان (”پونچھ“ اور جانوروں کا کونہ) وغیرہ سے جانوروں کی پونچھ کی

بناوٹ اور اس کے استعمال کے بارے میں خاصی معلومات اب تک جماعت میں بچوں کو ہو چکی ہوگی۔ اس لیے پونچھ بنانے جیسی سرگرمی کا انعقاد کیا جاسکتا ہے۔ چکنی مٹی، ٹوٹی ہوئی ٹہنی، بیل، کپڑا، موٹا کاغذ وغیرہ سے کسی جانور کی پونچھ بنانے میں اساتذہ بچوں کی مدد کریں۔ بچے چوتھے دن کا وقت صرف پونچھ بنانے کے لیے لے سکتے ہیں۔ لیکن استاد یہ ضرور طے کرے کہ بچوں نے ایک جانور کی پونچھ بنانے کے لیے تمام معلومات ضرور حاصل کر لی ہے۔

دُم سے متعلق واقفیت کا استعمال بچے نظم لکھنے کے لیے بھی کر سکتے ہیں۔ بچے استاد کے ساتھ مل کر دیے گئے مصرعے کی طرح تک بندی کرتے ہوئے اور مصرعے جوڑیں تاکہ استاد انھیں لکھ کر چارٹ پر لگائیں۔ جیسے —

چھکلی کی پونچھ جیسے

حولداری کی موٹھی

کچھ کالی سی مٹ میلی

گلہری کی پونچھ جھریلی

نظم کے علاوہ پونچھ پر مبنی کچھ مزیدار پہیلیاں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ پہیلی کی سطروں میں تک بندی ہو۔

جیسے — میں مکھی چھڑاڑتی ہوں۔ گائے کی پونچھ (.....)

پونچھ ہے میرا تکیہ، پونچھ میری رضائی

جب بھی لگتی سردی مجھ کو، اوڑھ اسے لیتی ہوں بھائی (گلہری)

کون کون سے کام

یہ سرگرمی بچوں کے روزمرہ کے کاموں سے متعلق ہے۔ یہاں بچوں کو صرف وہی کام پہنچانے اور بتانے ہیں جو انہوں نے خود انجام دیے ہیں۔ اس لیے اس میں بچوں کی فعال شرکت ضروری ہے۔

پہلے کی تیاری:

• اساتذہ کچھ پرچیاں بنائیں جن پر لکھیں کہ بچے کون کون سے کام کرتے ہیں۔

- اسکول آنے سے پہلے

- اسکول سے گھر جانے کے بعد

- اسکول میں آدھی چھٹی کے دوران

- پوری چھٹی کے بعد اسکول سے گھر پہنچنے تک راستے میں

- رات کو سونے سے پہلے

یہ ضروری نہیں کہ اوپر لکھی باتیں ہی لکھی جائیں۔ آپ طلباء سے متعلق کاموں کی کئی صورتیں بھی لکھ

سکتے ہیں۔

آپ بچوں کو بتا سکتے ہیں کہ آپ کے پاس اس ڈلیا / ڈبیا میں رکھی پرچیوں پر کچھ لکھا ہے۔

بچے دو دو کے گروپ میں آئیں گے۔ ایک پرچی اٹھا کر چپ چاپ پڑھیں گے کہ پرچی میں کیا

لکھا ہے۔

• اب اس پر بغیر بولے اداکاری / ایکٹنگ کر کے بتائیں گے کہ وہ کیا کیا کرتے ہیں۔

ایسے شروع ہوگی سرگرمی

• بچوں سے پوچھیں۔ پہلے کون سے دو بچے آگے آئیں گے؟

• دو بچوں کو آگے بلائیں۔

- ان سے ڈلیا/ ڈبیا میں رکھی پرچیوں میں سے ایک پرچی اٹھانے کے لیے کہا جائے۔
 - دونوں چپ چاپ بغیر کسی کو دکھائے/ بتائے پڑھیں کہ پرچی میں کیا لکھا ہے؟
(نوٹ- استاد بچوں کو پڑھنے میں مدد کر سکتے ہیں)
 - اب اس جوڑی کو بتائیں کہ وہ پانچ منٹ کا وقت لے لیں اور سوچ لیں کہ وہ کیا کیا کر سکتے ہیں۔
 - بچے جوڑی میں اداکاری کر کے بتائیں گے/ دکھائیں گے کہ وہ کیا کیا کرتے ہیں۔
(تین یا چار سے زیادہ کاموں کی امید نہ کی جائے)
 - پوری جماعت سے یہ بھی پوچھا جائے کہ یہ جوڑی کیا کیا کام کر رہی تھی۔
 - بچوں کے جوابات کو بلیک بورڈ پر ضرور لکھیں۔
اگر انہوں نے غلط بھی بتایا ہے تو بھی جواب ضرور لکھیں۔
- سبھی بچوں کے جواب آنے کے بعد ایکٹنگ کر رہی جوڑی سے پوچھیں کہ کیا وہ انہیں کاموں کی ایکٹنگ کر رہے تھے۔ جو صحیح جواب ہیں ان پر صحیح کا نشان لگائیں اور غلط جوابوں کو کاٹ دیں۔

جماعت کو لکھی ہوئی / چھپی اشیا سے مالا مال بنانے کے لیے کچھ سرگرمیاں

بچوں کو اسکول کے ٹائم ٹیبل کو پڑھنے لکھنے کی سرگرمیوں سے جوڑتے رہنا چاہیے۔ مندرجہ ذیل سرگرمیوں کو بنیاد بنا کر کلاس کے لیے لکھی ہوئی / پرنٹ اشیا کو تیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ لکھی ہوئی / پرنٹ اشیا بچوں کو پڑھنے لکھنے کے بہتر مواقع بھی فراہم کرے گی۔

- ہفتہ میں ایک بار منصوبہ بند طریقے سے کھیل کا انعقاد کروائیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے بچوں کے ساتھ مل کر کھیل کا انتخاب کریں۔
- کچھ اس قسم کا چارٹ کھیل سے 3-4 دن قبل بنائیں۔

ٹیم یا 2	ٹیم الف یا 1	دن	کھیل کا نام
----------	--------------	----	-------------

سبھی کالم کو بھرنے کے بعد چارٹ کو کلاس میں ایسی جگہ لگائیں جسے بچے آسانی سے پڑھ سکیں۔ بچوں کو پرنٹ سے روبرو کرانے کے لیے آپ بچوں سے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا نام چارٹ میں تلاش کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔

کھیل کے انعقاد کے خاتمہ پر ”نتیجہ“ (رزلٹ) کا بھی چارٹ کلاس کو لکھی ہوئی / پرنٹ اشیا سے بھرپور بنانے کے لیے لگایا جاسکتا ہے۔ سرگرمی کی شکل میں چارٹ میں جیتنے والی ٹیم کے بچوں کے نام اور کھیلوں کے نام، دن کا نام وغیرہ جدول میں بچوں کے پڑھنے کے لیے لکھ دیں۔

- اسی طرح آپ بچوں کے ساتھ مل کر کہانی پڑھنے کا دن مقرر کریں۔ اس کے بعد اس طرح چارٹ بنائیں —

کہانی کا نام	مصنف کا نام	کہانی پڑھنے کا دن	وقت
--------------	-------------	-------------------	-----

سبھی کالم بھر لیجیے۔ وقت کے کالم میں آپ لکھ سکتے ہیں۔ کھانا کھانے سے پہلے/کھانا کھانے کے بعد۔ چارٹ کو کلاس میں لگائیں اور بنائے گئے منصوبے کے مطابق کہانی پر مبنی سرگرمیاں کروائیں۔ ایک دوسری سرگرمی کی شکل میں بچوں کے ساتھ مل کر کہانی بنائیں اور اسے دکھائیں۔ بچوں کی نئی بنائی ہوئی کہانی پڑھنے کا وقت اور موقع دیں۔ بچوں کے ذریعے کہانی کے کرداروں کو بنیاد مان کر اداکاری کروائیں۔

• بچوں کے ذریعے اکٹھا کی گئیں معلومات، خبروں وغیرہ کو لکھ کر کلاس میں لگائیں اور وقت کے مطابق اس پر بات چیت کریں۔

• اسکول سے متعلق معلومات کو بھی کلاس میں لکھی ہوئی شکل میں لگوائیں۔ ان معلومات پر آپ بچوں سے بات چیت کریں۔

• آپ موجود چارٹ اور مڈ ڈے میل کے بارے میں بچوں کی معلومات کو بھی دیوار پر دکھا سکتے ہیں۔ بچوں کے پسندیدہ کھانوں اور رہن سہن کی معلومات کو بھی تحریر/پرنٹ اشیا کی صورت میں استعمال کر کے پڑھنے لکھنے کی سرگرمیوں کو تیار کیا جاسکتا ہے۔

• اسکول کی صبح کی اسمبلی میں بھی آپ بچوں کی نظمیں، لوک گیت، کہانیاں سنانے کا موقع دے سکتے ہیں۔ کلاس 1 اور 2 میں ایسی سرگرمیاں گروپ میں کروائیں جن سے بچوں میں خود اعتمادی بڑھے گی۔ بچوں کی تیاری کے بعد منصوبے کا ایک چارٹ بنائیں جیسے—

تاریخ	دن	بچے کا نام	نظم/کہانی/لوک گیت کا نام
-------	----	------------	--------------------------

جماعت کو لکھی ہوئی/پرنٹ اشیا سے بھرپور ماحول بچوں کو پڑھنے لکھنے کی سرگرمیاں کرانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ بچوں کو الگ الگ صورت حال میں پڑھنے سے منصوبہ بنا کر کام کرنے کی عادت بھی پڑنے لگتی ہے۔ اس طرح کی سرگرمیوں کو کرنے سے بچے اسکول سے قربت محسوس کریں گے اور اسکول میں آنے کے اپنے مقصد کو خود طے کریں گے۔ پیش کردہ کچھ سرگرمیوں سے کلاس کے انتظام میں بچوں اور اساتذہ کی حصے داری بھی طے ہوگی جو کہ اپنے آپ میں ایک باری کامیابی ہوگی۔

فرہنگ اصطلاحات

1. جانچ - جانچ کسی بھی سیکھنے سکھانے کے عمل کا ناگزیر حصہ ہے۔ اس میں خاص طور پر زور اس بات پر ہوتا ہے کہ بچے کیسے سیکھتے ہیں، ان کے سیکھنے میں کس کس کی دشواریاں پیش آتی ہیں اور اب اساتذہ ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں۔ جانچ سے حاصل اعداد و شمار اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ پورے تعلیمی عمل میں کہاں کہاں اور زیادہ کام کرنے کی گنجائش ہے اور بچے ترقی کے کس مرحلے میں ہیں۔
2. آج کی بات - آج کی بات کلاس کو دل چسپ اور با مقصد سے شروع کا موقع ہے۔ جہاں بچے اپنے تجربوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ بچوں کی کہی گئی باتوں میں سے کوئی ایک دو پر لطف باتوں کو بورڈ پر لکھا جاتا ہے تاکہ بچے انھیں پڑھنے میں دلچسپی لیتے ہیں اور چھپی ہوئی تحریر سے جڑیں۔
3. آڑی ترچھی لکیریں - تحریر کا پہلا مرحلہ جہاں بچے آڑی ترچھی لکیریں کاغذ پر کھینچتے ہوئے اپنے دل کی بات کرتے ہیں۔ یہ آڑی ترچھی لکیریں با معنی ہوتی ہیں اور ساتھ ہی تحریر کی مرحلے وار ترقی کو سامنے لاتی ہیں۔
4. تجربے پر مبنی تحریر - اپنے آس پاس رونما ہونے والے واقعات، حادثوں اور مناظر سے متعلق تجربوں کو استاد کی مدد سے یا آزادانہ طور پر لکھنا تجربے پر مبنی تحریر کہلاتی ہے۔ تجربے پر مبنی تحریر کے عمل میں اپنے تجربوں کو بتاے ہیں اور اس کو بورڈ یا چارٹ پر لکھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان لکھے ہوئے تجربات کو پڑھنے اور کاپی نقل کرنے کام ہوتا ہے۔ اس عمل سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچے آہستہ آہستہ خود ہی اپنے تجربوں کو لکھنے لگتے ہیں۔
5. تصویری تحریر - تحریر کا دوسرا مرحلہ وہاں شروع ہوتا ہے جہاں بچوں کی آڑی ترچھی لکیروں میں ایک شبیہ سی ابھرنے لگتی ہے۔ اب بچے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں تصویروں کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔

6. صوتی اشارہ رشتہ - صوتی اشارہ یا پڑھنے لکھنے کے عمل کو مستحکم کرتا ہے۔ بولی گئی آواز یا ظاہر کی گئی صوت کے لیے اشارے کی شکل میں ایک نشان یا حرف یا لفظ ہوتا ہے۔ کسی چیز کے لیے ”نہ“ کہنے میں جو ”نہ“ کی آواز سے اس کو لکھے ہوئے اشارے کو ”نہ“ (حرف) کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ عام طور پر اس کا مطلب یہ بھی ہے جو ہم سنتے یا بولتے ہیں اس کی لکھی ہوئی شکل کیا ہوتی ہے۔

7. صوتی الفاظ - وہ لفظ جن کے بولنے یا سننے سے اس قسم کا احساس ہوتا ہے جو ہم اپنی حقیقی زندگی میں محسوس کرتے ہیں۔ دراصل صوتی لفظ کسی خاص آواز کو پیدا کرنے میں ماہر ہوتے ہیں چاہے وہ ہوا کی سائیں سائیں ہو یا بارش کی بوندوں کی چھم چھم۔

8. پڑھنے کا کارنر (گوشہ مطالعہ) - کلاس کے اندر وہ جگہ جہاں بچوں کی دل چسپی اور سطح کے مطابق کافی تعداد میں بچوں کے ادب کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ بچے ان کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اور پڑھنے کی طرف راغب ہوں۔

9. روایتی املا لکھنا - لکھنے کا چوتھا قدم ہے جہاں بچے جملوں کی مدد سے اپنے دل کی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سطح پر بچے صحیح املا یعنی روایتی املا کا استعمال کرنا شروع کرنے لگتے ہیں۔

10. ابتدائی خواندگی - جہاں تک خواندگی کا تعلق با معنی طریقے سے پڑھنے لکھنے سے ہے وہیں ”ابتدائی“ لفظ اس با معنی لفظ کو پڑھنے لکھنے کے عمل کے شروعاتی وقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لگ بھگ تیسری جماعت تک کا وقت اس ابتدائی خواندگی میں شامل کیا جاتا ہے جہاں پر ہر بچے اپنے تجربات سے متعلق بات چیت کرتے ہیں، تصویروں، لفظوں، جملوں وغیرہ کے ذریعے سے ان کا لکھ کر اظہار کرتے ہیں۔ اندازہ لگا کر پڑھتے ہوئے معنی اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شروعاتی دور کے وہ سبھی لکھنے سے متعلق تجربے جو بچے میں پڑھنے لکھنے کی لگن پیدا کرتے ہیں، اس ابتدائی خواندگی کے مرکزی نکات ہیں۔

11. پرنٹ اشیا لکھنے سے بھرپور ماحول - ایک ایسا ماحول جس میں کسی مقصد کے تحت چھپی ہوئی یا لکھی ہوئی اشیا کو زیادہ تعداد میں دکھایا جائے۔ یہ اشیا: چارٹ پیپر پر لکھے ہوئے لفظ، تصاویر اور

لفظ، نظم یا کہانی کسی بھی طرح کی ہو سکتی ہے لیکن سب سے اہم یہ کہ وہ پرنٹ یا معنی ہونا چاہیے جو بچوں کو پڑھنے لکھنے میں، چیزوں کو اس کی لکھی ہوئی صورت سے رابطہ میں مددگار ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کے پہنچ کے اندر ہو۔

12. تکمیلی جانچ - جانچ کی وہ قسم جو رسمی اور غیر رسمی طور سے زیادہ یا تحریری شکل میں کلاس کے اندر اور اس کے باہر اس کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ بچے کس طرح سے سیکھتے ہیں اور کس کس شعبے میں صلاحیت کے فروغ کے لیے ان کی مدد کی ضرورت ہے۔

13. تشکیلی جانچ - جانچ کی وہ قسم ہے جو رسمی یا غیر رسمی طور پر زبانی اور تحریری شکل میں کلاس کے اندر و باہر اس لیے کی جاتی ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ بچے کس طرح سے سیکھتے ہیں اور کن کن شعبوں میں صلاحیت کے ترقی کے لیے ان کو مدد کی ضرورت ہے۔

14. تحریری - تحریری یا مطبوعہ یا مقصد اشیا (پرنٹ) جو بچوں کے پڑھنے لکھنے میں مدد کرتی ہیں اور اندازہ لگانے، تخیل اور غور و فکر جیسے کاموں کی نشوونما میں معاون ہوتی ہیں۔ پڑھنے اور لکھنے کے لیے اس تحریری/پرنٹ سے وابستہ ہونا بہت ضروری ہے۔

15. تحریر کا قاری - جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قاری وہ ہوتا ہے جو لکھے ہوئے یا چھپے ہوئے مواد کو پڑھتا ہے۔ جب ہم لکھتے ہیں تو اس کو کوئی پڑھنے والا بھی ہوتا ہے، بالکل ویسے ہی جس طرح بولنے والے کے سامنے سننے والا یا سامع ہوتا ہے۔ بچے اکثر کسی خاص پڑھنے والے کو دھیان میں رکھ کر لکھتے ہیں۔ جیسے دادی، نانی، چھوٹی بہن کے لیے لکھی گئی نظم، کہانی اور خط وغیرہ۔ تحریر کا قاری کسی بھی عام تحریر کے عمل سے اس صورت میں تھوڑا سا مختلف ہے کہ یہاں ہم کسی خاص مرکز کو قاری کو دھیان میں رکھ کر لکھتے ہیں، اس سے بات لکھنے کا پورا انداز ہی بدل جاتا ہے۔

16. ابتدائی پڑھنا - یہ پڑھنے کے عمل کا وہ ابتدائی وقت ہے جہاں بچے پرنٹ کے تئیں بیدار و پر جوش ہوتے ہیں اور اندازہ لگاتے ہوئے اس سے معنی اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ پڑھنا ہے جہاں بچے حروفوں کی پہچان ترتیب وار بھلے ہی نہ کر سکیں۔ لیکن تصویر وغیرہ

سے اس کے تعلق کو جوڑتے ہوئے اپنی سطح پر معنی کی تعمیر کرتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات بہت زیادہ اہم ہے کہ پڑھنے کا تعلق محض لفظوں یا جملوں سے نہیں ہوتا بلکہ تصویر کو پڑھنا بھی اس میں شامل ہوتا ہے کیونکہ یہ آخر کار مطلب سے جڑتا ہے۔

17. ابتدائی تحریر - یہ لکھنے کے اس عمل کو ظاہر کرتا ہے جہاں بچے ترتیب وار طریقے سے مختلف مرحلوں سے گزرتے ہوئے اپنے دل کی باتوں کو لکھ کر اظہار کرتے ہیں۔ یہ لکھنا آڑی ترچھی لکیروں سے شروع ہو کر روایتی املا کے مرحلے سے پہنچتا ہے۔ یہاں سب سے اہم یہ ہے کہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ کہی یا سنی گئی بات کو لکھا بھی جاسکتا ہے۔

18. تحریر میں معاونت - لکھنے کی وہ شکل ہے جہاں بچے استاد یا ہم جماعتوں کی مدد سے لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نظم کی بحروں میں کوئی لفظ بھرنایا نئی بحر جوڑنا مدد لے کر لکھنے کی مثال ہے۔

19. با معنی سیاق - با معنی سیاق سے مطلب بچوں کے پڑھنے لکھنے کو ان کے روزمرہ کے تجربوں سے جوڑنا ہے تاکہ کسی خاص سیاق میں وہ اپنی بات کہہ اور لکھ سکیں۔ یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ کوئی بھی زبان صفر میں نہیں سیکھی جاتی۔ بچے زبان کو حاصل کرنے کے لیے اپنے آس پاس کے ماحول کا حوالہ لیتے ہیں۔ سیاق یا حوالے کے بغیر پڑھنے لکھنے کی سرگرمیاں بے معنی اور غیر دلچسپ ہوتی ہیں۔

20. آزادانہ تحریر - لکھنے کی وہ شکل ہے جس میں بچے لکھنے سے متعلق اپنی سمجھ کے مطابق اپنے دل کی بات کو ظاہر کرتے ہیں دل کی یہ بات تصویروں سے، لفظوں سے، تصویر یا لفظوں سے یا تصویر اور جملوں کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے متعلق سب سے اہم بات ہے کہ بچوں کا استاد پر پڑھنے لکھنے کے لیے انحصار کم ہو جاتا ہے۔

21. خود ساختہ املا - لکھنے کا تیسرا مرحلہ ہے جہاں بچے اپنے دل کی بات کو لفظوں یا جملوں میں تصاویر سمیت لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کے لکھنے میں صحیح املا کے بجائے کچھ اپنے طریقے کا املا استعمال کر کے لکھتے ہیں۔ بچے جس املا کا استعمال کرتے ہیں یہ بنیادی آواز کے آس پاس یا اس سے متعلق ہوتا ہے۔

حوالہ جات کی فہرست

1. کمار، کرشن (2009)؛ بچوں کی بھاشا اور ادھیانک - ایک نزدیک، نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی، انڈیا
2. پڑھنے کی سمجھ (2008)؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
3. لتا پانڈے، مرتب (2008)؛ پڑھنا سکھانے کی شروعات اور پڑھنے سے متعلق مختلف مضامین کا مجموعہ؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
4. لتا پانڈے، مرتب (2008)؛ پڑھنے کی دہلیز پر؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
5. پرساد، دیوی (1999)؛ شکشا کا واہن: کلا؛ نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی، انڈیا
6. سمود (2003)؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
7. ایکسو پیٹی، اینٹونی دی سینٹ (2007)؛ ننھا راجکمار؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
8. دتان (2007)؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
9. سنچین (2006)؛ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی
10. گپتا، یو دھ جیت سین (1933)؛ کوئے کی کہانی، نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی، انڈیا
11. آلوا، ہائیڈروسے (1992)؛ پونچھ؛ نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی، انڈیا
12. پٹیل، مکی (1975)؛ روپا ہاتھی؛ نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی، انڈیا
13. شکلا، سپر (2000)؛ ایک تھا چھوٹا سا موٹا سا لوٹا؛ چلڈرن بک ٹرسٹ، نئی دہلی، انڈیا
14. کلرو حصہ - I درسی کتاب (2005)؛ اتر پردیش بیسک شکشا پریشد
15. کلرو حصہ I درسی کتاب (2005)؛ اتر پردیش بیسک شکشا پریشد
16. کیپلو ماروا (2005)؛ سپورٹنگ انڈی پینڈینٹ رائٹنگ: اے کونٹی نم آف رائٹنگ

17. کلے میری، ایم (1991)؛ بی کمنگ لٹریٹ: دی کنسٹرکشن آف انز کنٹرول، ہینی من ایجوکیشن، آک لینڈ، نیوزی لینڈ
18. کوپر، ڈیوڈ، جے۔ (1993)؛ لٹریسی: ہیڈنگ چلڈرن کنسٹرکٹ میٹنگ، ہوگ ٹن مفن کمپنی، بوٹن، ٹورنٹو۔
19. پُریل۔ گیس وی (1997)؛ ادر پپیل ورڈس: دی سائیکل آف لوٹریسی، ہارورڈ یونیورسٹی پریس
20. رابرٹس، جیوفرے، آر (1994)؛ لرننگ ٹوٹیج ریڈنگ، سائمن اینڈ جیسٹر ایجوکیشن، ہرٹس، یونائیٹڈ کنگ ڈم۔
21. روسکوس، کیتھلین وی۔ کرسٹائن، جیمس ایف (2000)؛ پلے اینڈ لٹریسی ان ارلی چائلڈ ہڈ: ریسرچ فرام ملٹی پل پرسیکٹوس، لارنس ارل بوم ایسوسی ایٹس، نیوجرسی۔
22. روٹ مین ریگی (1994)؛ انوی ٹیشنز: چیچنگ ایز ٹیچرز اینڈ لرنرز کے 12، ہنی مین ایجوکیشن نیوہیمپ شیر۔
23. اسمتھ جان، واروک ایلی (1997)؛ ہاڈ چلڈرن لرن ٹو رائٹ، رچرڈسی۔ اوین پبلشرز، نیویارک
24. اسمتھ فرینک، (1994)؛ انڈراسٹینڈنگ ریڈنگ، اے سائیکولوجو اسٹک اینا لیسرز آف ریڈنگ اینڈ لرننگ ٹورید، لارنس ارل بوم ایسوسی ایٹ، نیوجرسی۔
25. اسٹریٹ، برین وی۔ (1995)؛ سوشل لیٹر لیسرز: کریٹیکل اپروچز ٹو لٹریسی ان ڈیولپمینٹ، ایٹھنوگرافی اینڈ ایجوکیشن؛ لوگ مین، نیویارک۔
26. ویلز، گورڈن (1996)؛ دی میٹنگ میکرز، چلڈرن لرننگ لیٹوٹیج اینڈ پوسنگ لیٹوٹیج ٹولرن، ہین مین ایجوکیشن، نیوہیمپ شیر۔

اس ہینڈ بک کے حصے ”پڑھنے لکھنے کے مواقع“

میں دی گئی کتابوں کی فہرست

قیمت	پبلشر	کتاب کا نام
14/=	این بی ٹی	1. روپا کا ہاتھی
15/=	این بی ٹی	2. ایک تھا چھوٹا موٹا سا لوٹا
	یو پی بیسک شیکشا پریشد	3. ”کلرو“ حصہ I (پنگ) درسی کتاب
		پاس پڑوس ”کلرو“ حصہ I کون کون سے کام
11/=	این بی ٹی	4. کوئے کی کہانی
13/=	این بی ٹی	5. پونچھ